زیرِ سرپرستی
پروفیسر
ڈاکٹر محمد
مسعود احمد
ایم اے ۔ پی ایچ ڈی

ادارت

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری
مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

- علامہ تراب الحق قادری
- الحاج شفیع محمد قادری
- علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الباری
- منظور حسین جیلانی
- حاجی عبد اللطیف قادری
- ریاست رسول قادری
- حاجی حنیف رضوی

مشمولات

ہدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ

بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ:۔ ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489، پاکستان

فون:۔ 021-7725150، فیکس:۔ 7732369 (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا سبحان رضا خاں صاحب حفظ اللہ تعالیٰ سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ اور مہتمم دارالعلوم بریلی منظر اسلام کی دعوت پر عرس رضوی اور دارالعلوم منظر اسلام کے صد سالہ جشن میں شرکت کے لئے شہر رضا یعنی بریلی شریف جانے کا شرف حاصل ہوا تو وہاں ان آنکھوں نے جو روحانی منظر دیکھا اور کانوں نے وہاں کی فضاؤں میں عشق کے جو بول سنے تو ایسا محسوس ہوا کہ ۔

سارا عالم اس کی خوشبو سے معطر ہوگیا

لہٰذا اس ''دید وشنید'' کے خوشنما مناظر کی چند جھلکیاں قارئین کرام کے استفادہ کیلئے پیش کی جارہی ہیں۔ الحمدللہ آستانہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ پر ۱۹۸۰ء سے متعدد بار حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے اور ہر بار حاضری اور حضوری کی ایک نئی کیفیت رہی ہے لیکن اس بار مزار امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان پر حاضری آپ کے قائم کردہ دارالعلوم منظر اسلام جو غیر منقسم ہندوستان میں دارالعلوم اہل سنت کے نام سے معروف تھا صد سالہ جشن تاسیس کے پس منظر میں ہورہی تھی۔ ایک طرف ان کی جلالت علمی کا رعب تھا کہ یہی وہ ذات گرامی ہے جو اپنے زمانے کا امام تھا اور جس کی طرف جید علماء عرب وعجم حل الاشکال کے لئے رجوع لاتے تھے تو دوسری طرف ان کے عشق رسول ﷺ کی عطر بیز ہوائیں دل کو کچھ ایسی ٹھنڈک اور مسحور کن خوشبوؤں کے لپٹے پہنچارہی تھیں کہ مشام جان معطر ہورہی تھی اور دل جبین نیاز خم کرنے کو بیتاب ہورہا تھا۔

عرس رضوی کی بہار قابل دید تھی، جیسے جیسے ۲۵ صفر المظفر (۲۰ مئی ۲۰۰۱ء) کی تاریخ قریب آتی جارہی تھی زائرین کا اژدھام بڑھتا جارہا تھا، ہندوستان کے طول وعرض سے لوگ، ٹرینوں، بسوں، ویگنوں اور نجی ٹرانسپورٹ پر قافلے کی صورت میں چلے آرہے تھے۔ مشرق میں آسام کے دور دراز علاقہ، بنگال، اڑیسہ، مغرب میں ہریانہ، راجپوتانہ، شمال میں کاشمیر، جنوب میں راس کماری، مدراس، ممبئی، مرکز میں حیدرآباد دکن اور سی پی، وغیرہ غرض کے ہندوستان کے ہر صوبہ سے لاکھوں لاکھ کی تعداد میں ملت اسلامیان ہند کے افراد عرس کے موقعہ پر موجود تھے۔ ہر آنے والا گروہ یا قافلہ ''مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام'' اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نور اللہ مرقدہ کے منقبتیہ اشعار ورد زبان کرتا ان کے مزار پر جوق در جوق حاضری دیتا نظر آرہا تھا بعض قافلوں کے ساتھ پھولوں اور ہار کے علاوہ چادریں بھی ہوتی تھیں۔ عرس رضوی کی چند انفرادی خصوصیات مشاہدہ میں آئیں جو راقم نے برصغیر پاک وہند کے کسی عرس میں نہیں دیکھیں:

۱----زائرین کرام کے قافلوں میں عورتیں نہیں ہوتیں جو حضرات گھر کی خواتین کے ساتھ آتے ہیں وہ پہلے خواتین کو قیام گاہ پر پہنچاتے ہیں پھر مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں۔

۲---خاص مزار شریف پر عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے، اس کا پوسٹر میں اشتہار ہوتا ہے اور لاؤڈ اسپیکر پر بھی اعلان کیا جاتا رہتا ہے۔

۳---کسی قسم کا گانا بجانا یا خلاف شرع رسوم اور معمولات دیکھنے میں نہیں آئے۔ مزار شریف اور اس کے ارد گرد کی فضاء تلاوت کلام ربانی، نعت، منقبت اور درود وسلام کے روح پر نغموں سے گونجتی رہتی ہے۔

۴---مزار شریف پر حاضری دینے والے ہر زائر کے سر پر ٹوپی ضرور ہوتی ہے حتیٰ کے عرس کے تقریبات میں بھی کوئی ننگے سر نظر نہیں آیا۔

۵---اگر چہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت حفظہم اللہ تعالیٰ کے اپنے اپنے مہمان خانے میں جہاں زائرین کرام کے قیام وطعام کا بلا معاوضہ تسلی بخش بندوبست ہوتا ہے لیکن عملی طور سے پورا شہر بریلی ایام عرس (۲۳، ۲۴، ۲۵ رصفر المظفر) میں زائرین کیلئے مہمان خانہ بنا ہوتا ہے تقریباً ہر مقامی مسلمان خاندان زائرین کرام کی مہمانداری یعنی قیام و طعام کا انتظام واہتمام فی سبیل اللہ بلا معاوضہ کرتا ہے۔ حتیٰ کے مزار شریف کے اطراف کے بہت سے ہندو اپنے آدھے مکان زائرین کے لئے خالی کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومتی اور مقامی انتظامیہ کی سطح پر تمام ریسٹ ہاؤس زائرین کے لئے خالی کر دیئے جاتے ہیں۔ تمام سرکاری اور نجی اسکولوں اور کالجوں میں چھٹیاں کر دی جاتی ہے اور ان عمارتوں میں زائرین قیام پذیر ہوتے ہیں۔ نیز بریلی شریف میں تقریباً ۶۰۰ (چھ سو) سے زیادہ مساجد میں یہ مسجدیں بھی زائرین کرام سے بھری ہوتی ہے۔ ہر محلہ اور ہر گلی میں زائرین کیلئے تینوں وقت لنگر کا اہتمام رہتا ہے۔ فقیر نے ہندوستان کے دور دراز علاقہ سے آئے ہوئے ان زائرین کرام کو جو تقریباً ہر سال عرس رضوی میں شریک ہوتے ہیں یہ کہتے سنا کہ دوران قیام بریلی (ایام عرس میں تقریباً ایک ہفتہ) انہیں کبھی کسی ہوٹل میں کھانے کی نوبت نہیں آتی۔ اس کے علاوہ ہوٹل والے ان دنوں نہایت سستے نرخوں پر زائرین کو کھانے مہیا کرتے ہیں۔

۶---مزار اعلیٰ حضرت سے لے کر اسلامیہ کالج تک جس کے گراؤنڈ میں عرس کی سہ روزہ تقریبات ہوتی ہیں، ایک میلے کا سا سماں ہوتا ہے، تمام شہر بینروں، خیر مقدمی نعروں اور بجلی کے قمقموں سے سجا ہوتا ہے۔ شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں لاؤڈ اسپیکر لگے ہوتے ہیں اور اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ایک کنٹرول روم سے تلاوت کلام پاک، نعتیں، منقبتیں اور ضروری اعلانات نشر ہوتے رہتے ہیں اور عرس کی تقریبات کا پورا حال اور تقاریر نشر ہوتی رہتی ہیں۔ اسٹال لگائے جاتے ہیں جہ میں متنوع اشیاء اور دینی اور نصابی موضوعات پر کتب نہایت ہی رعایتی نرخوں پر فروخت ہوتی ہیں۔

۷---عرس کی تین روزہ تقریب کا پروگرام اس طرح تھا:

(الف) پہلے دن عرس کا افتتاح یعنی ۲۳ رصفر المظفر کو بعد نماز جمعہ حضرت مولانا سبحان رضا خان صاحب مدظلہ العالی نے اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ کے سر پر قائم شاندار گیٹ ''باب مفتی اعظم'' پر رسم پرچم کشائی سے کیا۔ پرچم لال اور سفید رنگ کے ریشمی کپڑے سے بنا ہوا تھا اور اس پر ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' تحریر تھا۔ رضا اکیڈیمی ممبئی کی جانب سے ۱۵۰ فٹ اونچا غبارہ فضا میں بلند کیا گیا تھا جس میں عرس رضوی اور جشن صد سالہ منظر اسلام کیلئے خیر مقدمی کلمات تحریر تھے۔

(ب) ۲۳ رصفر المظفر کو شب میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی کسی نعت کے مصرعہ طرح پر ہندوستان بھر سے آئے سینکڑوں شعراء کرام نعتیں اور منقبتیں پیش کرتے ہیں اس مرتبہ کا مصرعہ طرح یہ تھا۔

(۱) یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے یہ   (۲) ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

یہ مشاعرہ بعد نماز عشاء شروع ہوا اور نماز فجر کی اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پر اختتام پذیر ہوا۔ نعت گوئی کی اس تربیت نے نہ صرف یہ کہ نامور نعتیہ شعراء پیدا کیئے بلکہ اس روایت نے برصغیر پاک و ہند میں نعتیہ شاعری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

(ج) دوسرے دن رات میں علماء کرام کی تقاریر ہوتی ہیں۔ اس مرتبہ دار العلوم اہل سنت منظر اسلام کا جشن صد سالہ کی تقریب بھی شاندار طریقہ پر منائی گئی۔ اس کے لئے صبح ۱۰ بجے سے نماز ظہر تک ایک مقالاتی نشست رکھی گئی تھی، جس میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علماء اور اسکالرز حضرات نے ''منظر اسلام'' کے حوالے سے مقالے پڑھے۔

(د) رات میں حسب پروگرام علماء کرام کی تقاریر ہوئیں جو اذان فجر سے قبل تک جاری رہیں۔ اس پروگرام میں اسٹیج پر بحمد اللہ دنیا بھر سے آئے ہوئے ۵۰۰ سے زیادہ

نمائندہ علماء مشائخ واسکالرز شریف تھے جس میں ہندوستان کے علاوہ بنگلہ دیش، سری لنکا، پاکستان سے، کراچی، خانیوال اور جہلم، جنوبی افریقہ، ہالینڈ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دوبئی وغیرہ سے علماء واسکالرز شریک ہوئے۔ شب کے اس اجتماع میں تقریباً تین لاکھ افراد موجود تھے۔ آخر میں نماز فجر سے قبل صلوٰۃ وسلام اور دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

(د) تیسرے دن (۲۵ر صفر المظفر) کو صبح سے اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں مجمع ہونے لگا اور دس بجے تک یہ عالم تھا کہ مزار اعلیٰ حضرت سے لے کر اسلامیہ کالج کے "باب مفتی اعظم" تک سڑکوں اور گلیوں میں زائرین کرام کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا اور "باب مفتی اعظم" سے اسٹیج تک پہنچنا محال ہو رہا تھا۔ ہمارا وفد جب گراؤنڈ میں داخل ہوا تو وہ حصہ پہلے ہی بھر چکا تھا۔ ۱۲ر بجے تک اسٹیج پر ۵۰۰ر سے زیادہ نمائندہ علماء و مشائخ جمع ہو چکے تھے۔ اسٹیج بہت وسیع اور سہ سطحی تھا۔ پہلی اور سب سے اونچی سطح پر حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی (کراچی) حضرت سبحان رضا خان صاحب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ، حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں نبیرہ حضرت استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا منان رضا خاں (برادر اصغر حضرت علامہ مولانا اختر رضا خاں صاحب مدظلہ)، حضرت مولانا جمال رضا خاں صاحب (نواسۂ مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ) حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین خاندان برکات مارہرہ شریف، حضرت مولانا یحییٰ میاں، حضرت مولانا نجیب میاں مارہرہ شریف، یہ فقیر قادری، حضرت مولانا علامہ نصر اللہ خاں (کراچی) "منظر اسلام" کے سابق اور موجودہ شیخ الحدیث حضرات، صدر المدرس اور پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام، مفتی اول منظر اسلام، پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد (راولپنڈی، پاکستان) محترم ڈاکٹر اقبال اختر القادری (کراچی) بنگلہ دیش (دیناجپور) کے نوجوان اسکالر ڈاکٹر سید ارشاد احمد بخاری حضرت مولانا توصیف رضا خاں، رحیم یار خاں پاکستان سے آئے ہوئے وفد کے قائد اور دیگر علماء و مشائخ، حفظہم اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خان صاحب اپنے دار العلوم الدراسات اسلامیہ کی تقریب تاسیس کی مصروفیات کی بناء پر تشریف نہیں لا سکے تھے، صدارت کے لئے انہی کا نام تھا۔ ان کی جگہ سجادہ نشین مارہرہ شریف حضرت مولانا ڈاکٹر محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی صدارت فرمائی۔ اسٹیج کی دوسری اور تیسری سطح پر بھی مہمان علماء کرام اور مشائخ عظام کے علاوہ دار العلوم منظر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ، اور مظہر اسلام کے اساتذہ کرام تشریف فرما تھے۔ اسٹیج سکریٹری کے فرائض حضرت مولانا علی احمد سیوانی صاحب نے بہت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیئے۔ بہر حال عرس رضوی جیسا وسیع بلند سہ سطحی اور خوبصورت اسٹیج کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ تمام وسیع گراؤنڈ کو شامیانوں سے ڈھا کا ہوا تھا جگہ جگہ چھت کے پنکھے (سیلنگ فین) لگے ہوتے تھے، لیکن اس کے باوجود گرمی بہت شدید تھی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس شدید گرمی کے عالم میں اس کے باوجود کہ وسیع و عریض جلسہ گاہ میں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی زائرین دھوپ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسٹیج اور اس کے چاروں طرف صوفوں پر ۵۰۰ر سے زیادہ علماء کرام و مشائخ عظام تھے، اندازہ ہے کہ جلسہ گاہ میں مزید ۱۰۰۰ر سے زائد علماء و مشائخ موجود ہوں گے جو لاکھوں لاکھ زائرین کے اژدھام کی وجہ سے اسٹیج تک رسائی نہ حاصل کر سکے۔ قل شریف اور صلوٰۃ وسلام کے وقت اخباری اطلاعات کے مطابق تقریباً۔ دس لاکھ افراد جمع تھے، جلسہ گاہ میں پانچ لاکھ کے لگ بھگ اور اس کے ارد گرد سڑکوں اور گلیوں میں مزار اعلیٰ حضرت تک تقریباً اتنے ہی افراد کھڑے ہوئے تھے پورے شہر میں جگہ لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے تھے۔ قریب و جوار کی مسجدیں اور گھر حتیٰ کہ لوگ ارد گرد کے گھروں، اسلامیہ کالج کی چھتوں اور دیواروں پر کھڑے ہوئے تھے عجیب روح پرور منظر تھا۔ صلوٰۃ وسلام سے قبل حضرت مولانا توصیف رضا خاں صاحب نائب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ اور نائب مہتمم منظر اسلام نے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تمام علماء و مشائخ اور شرکاء محفل کا شکریہ ادا کیا اور اس عرس رضوی کے پلیٹ فارم سے ایک قرارداد کی صورت میں حکومت ہند سے مطالبہ کیا گیا مسلمانان ہند کی معاشی زبوں حالی اور سیاسی استحصال کو ختم کرنے کے لئے انہیں اکثریتی فرقہ کے ساتھ مساویانہ معاشی اور سیاسی حقوق دیئے جائیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک اور حکومتی ظلم و ستم اور دہشت گردی ختم کی جائے۔ قل شریف اور صلوٰۃ وسلام کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر محمد امین میاں برکاتی مارہروی نے دعا فرمائی۔ زائرین کے اژدھام کی وجہ سے ہم لوگ تقریباً آدھا/پون گھنٹہ تک اسٹیج پر بیٹھے رہے اور جب ہم جلسہ گاہ سے پیدل مزار اعلیٰ حضرت، اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو بریلی کی سڑکوں اور گلیوں میں اس قدر ہجوم تھا کہ ہمیں ۱۵ر منٹ کا راستہ ایک گھنٹہ میں طے کرنا پڑا۔ یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی مقبولیت بارگاہ الٰہی میں روز افزوں ترقی پر ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر "31" پر)

امام احمد رضا پر کام کی رفتار

مقالہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد★

نوٹ: یہ مقالہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل اسلام آباد کے زیر اہتمام ہونے والی'' امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۰ء اسلام آباد کیلئے تحریر فرمایا تھا۔ افادۂ عام کیلئے ''معارف رضا'' میں شائع کیا جارہا ہے۔ (مدیر)

یہ مبارک محفل امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں سجائی گئی ہے۔ مجلس سجانے والے اور مجلس میں شریک ہونے والے سب قابل مبارک باد ہیں ---- امام احمد رضا انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کی وہ عظیم شخصیت تھے جس کو نہ صرف عالم اسلام بلکہ دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ وہ عظیم انسان تھے ان کی صحبت میں زندگی بنتی سنورتی تھی۔ ان کی شخصیت میں ایمان وایقان کی کشش تھی، عشق ومحبت کی کشش تھی، علم وحکمت کی کشش تھی کہ جو ہے کھنچا چلا آرہا ہے۔ وہ صاحب کردار تھے ان کا ظاہر بھی ہمارے باطن سے اچھا تھا، وہ بکتے نہ تھے، اپنی جگہ کوہ گراں تھے۔ وہ بکثرت علوم وفنون کے ماہر تھے جن کی تعداد ۵۵ / علوم و فنون سے بھی زیادہ ہے۔ علوم وفنون کے مختلف شعبوں میں امام احمد رضا نے یادگاریں چھوڑی ہیں جن کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔ حال ہی میں ہندوستان کے ایک فاضل عبدالستار ہمدانی نے تقریباً ۹ / سو کتب ورسائل کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ کسی بھی تصنیف میں خارجی وزن سے زیادہ داخلی وزن اہمیت رکھتا ہے، کبھی کبھی چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں۔ دہلی یونیورسٹی سے ایک فلسفی فاضل کو چھوٹے چھوٹے دو رسائل پر ڈی-لیٹ کی ڈگری دی گئی۔ ہم خارجی عدد اور وزن پر نظر رکھتے ہیں، علمی دنیا داخلی وزن پر نظر رکھتی ہے۔ امام احمد رضا کی تصانیف بڑی وزنی ہیں جن کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ماہرین فن ہی کر سکتے ہیں۔ عرصہ ہوا امام احمد رضا کی تصنیف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' (۱۹۱۹ء) کے چند اوراق ڈاکٹر عبدالسلام کو اٹلی بھیجے گئے، انہوں نے امام احمد رضا کی تعریف کی مگر ان کے موقف سے اتفاق نہ کیا۔ یہی کتاب جب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کے علم میں آئی تو انہوں نے امام احمد رضا کے دلائل کو قابل توقیر قرار دیا----

امام احمد رضا نے ۶۴ / سال کی زندگی میں وہ کام انجام دیئے جن کی تکمیل میں صدیاں بیت جاتیں ---- وہ اپنے عہد کے عظیم عبقری تھے، عبقری سب کا ہوتا ہے اور سب اس کے ہوتے

★ (سرپرست اعلیٰ: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

ہیں---ان کی خدمات کی ایک طویل فہرس ہے۔ چند خدمات کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱)---سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد مسلمانوں کے عقائد و افکار میں جو انتشار پیدا ہوا تھا امام احمد رضا نے پوری قوت سے اس کی حفاظت فرمائی اور انتشار کو روکا کیوں کہ فکر منتشر ہونے سے جماعت منتشر ہو جاتی ہے۔ امام احمد رضا اتحاد عالم اسلامی کے علم برادر تھے اور افراد کو اس فکری پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہتے تھے جس پر ملت اسلامیہ پہلے جمع تھے، مقبول و محبوب اور غالب و حاکم تھی۔

(۲)---امام احمد رضا ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے سپیر بن کر سامنے آئے اور علمی سطح پر اس کی خوب حفاظت کی۔

(۳)---معاشرے میں جو خلاف شرع رسوم و بدعات رائج تھیں ان کی بیخ کنی فرمائی اور شریعت کی روشنی میں ان کی اصلاح فرمائی۔

(۴)---حکماء اسلام کا جو تسلسل ٹوٹ رہا تھا امام احمد رضا نے اس کو قائم رکھا اور اپنے علم و حکمت سے اس میں چار چاند لگائے۔ اسلاف کا نام روشن کیا۔ ۱۹۱۹ء میں امریکی ماہر نجوم البرٹ-ایف-پورٹا نے قیامت صغریٰ کی پیش گوئی کی تھی۔ امام احمد رضا نے ''معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین'' لکھ کر اس کا رد فرمایا جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ نیو یارک ٹائمز کے شمارے (دسمبر ۱۹۱۹ء) اس کے شاہد ہیں۔

(۵)---امام احمد رضا نے سیاست دانوں کی رہنمائی فرمائی۔ وہ ایک عظیم مدبر تھے، خلوت میں بیٹھ کر جلوت کا علم رکھتے تھے، تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں جن اندیشوں ی کا اظہا فرمایا وہی سامنے آئے۔ ان تحریکوں کے مالی وسائل اور افرادی قوت کو کانگریس کے لئے بے دریغ استعمال کیا گیا---مسٹر گاندھی نے خود اس کا اعتراف کیا جن کو تحریک خلافت کا رہنما تسلیم کیا گیا تھا---امام احمد رضا کی مدبرانہ بصیرت کی ادنیٰ جھلک ہو---

(۶)---امام احمد رضا ماہر معاشیات بھی تھے۔ انہوں نے اپنے رسالے ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' ۱۹۱۲ء میں وہ معاشی اصول عطا کئے جن سے گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا جا سکتا ہے۔ انہوں نے معیشت میں دانائی و حکمت اور کفایت شعاری کا عظیم درس دیا۔ مگر ہم کفایت شعاری کے ادراک سے محروم ہیں---ان کی تصنیف ''کفل الفقیہ الفاہم'' بینکنگ کے لئے رہنما ثابت ہو سکتی ہے بیرونی دنیا کے ماہرین نے اس سے استفادہ کیا ہے---

(۷)---امام احمد رضا نے ایسا صاف ستھرا اور چمکتا دمکتا کردار پیش کیا جو ملت اسلامیہ کے لئے مینارہ نور ثابت ہوا۔ ایک صاحب کردار فرد جماعت کو متاثر کر سکتا ہے۔ کردار سے محروم جماعت ایک فرد کو بھی متاثر نہیں کر سکتی، دو بدیہ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ صاحب کردار افراد عنقا ہیں---اس لئے انسان سازی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ امام احمد رضا نے سنت کی پیروی کرتے ہوئے انسان بنائے۔

(۸)---امام احمد رضا نے اسلامی تعلیم کو عام کرنے کے لئے صاحب کردار ایک ٹیم بھی تیار کی جس نے ان کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلایا---

(۹)---امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ کی صورت میں ایک عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا عنایت فرمایا جو بارہ جلدوں میں موجود ہے۔ اسلامی حکومتوں میں ہمیشہ عدل و علم کی فراہمی کے لئے عوام سے کوئی قیمت نہیں لی گئی۔ امام احمد رضا نے برطانوی دور حکومت میں وہ کام کر دکھایا جو اسلامی حکومتوں میں ہوتا تھا---رضا

فاؤنڈیشن، لاہور مفتی محمد عبدالقیوم صاحب کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ کی تدوین و ترجمہ اور تخریج کا کام عرصہ دراز سے کر رہا ہے ---- فتاویٰ رضویہ کی ۷ رجلدوں پر جو کام ہوا ہے وہ ۱۴ رجلدوں میں شائع ہوا ہے۔ کام کی تکمیل کے لئے مجموعی طور پر ۲۵؍۳۰، جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ عدالتوں کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔

(۱۰)---امام احمد رضا جوہر اخلاص سے مزین تھے انہوں نے جو کام کیا محض اللہ کے لئے کیا۔ ان کے علمی کام کی کثرت کی بڑی وجہ ان کا اخلاص تھا، معاوضہ پر ان کی نظر نہ تھی۔ دین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ ۵۰؍سال تک محض اللہ کے لئے کام کرنا آسان نہیں بہت مشکل ہے مگر اہل عزیمت کے سامنے کوئی مشکل، مشکل نہیں۔

آپ نے امام احمد رضا کی خدمات ملاحظہ فرمائیں، ان کے فضائل و کمالات کو دیکھا، اسی عظیم شخصیت کو ایسا بدنام کیا گیا کہ اہل علم نفرت کرنے لگے، یہ سب شعوری طور پر کیا گیا۔ ایسے حالات میں امام احمد رضا کی سیرت و کردار اور ان کے افکار وخیالات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء سے کچھ پہلے مرکزی مجلس رضا لاہور میں قائم کی گئی جس کے بانی و صدر حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور شیخ محمد عارف قادری ضیائی تھے۔ فضلاء علماء اور مخلص معاونین کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی۔ مجلس رضا نے لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر چھپوا کر پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ اب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مجلس رضا کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنی ہمت سے زیادہ خدمت کر رہے ہیں ----۱۹۷۹ء میں جناب سید ریاست علی قادری مرحوم نے کراچی میں ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' قائم کیا اور اس کے لئے انتھک محنت کی مخلصین کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے عربی، اردو، انگریزی میں لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر چھپوایا اور پوری دنیا میں پھیلایا۔ مجلس رضا نے جو کام کیا تھا اس کو بہت آگے بڑھایا۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے حاجی محمد حنیف طیب کے تعاون سے اسلام آباد میں ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل'' کی شاخ قائم کی اور کام کا آغاز کیا مخلص معاونین ان کے ساتھ تھے، ان کی کوشش سے اسلام آباد کے علمی حلقوں میں امام احمد رضا کا چرچا ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد اسلام آباد شاخ کی ذمہ داریاں صاحب زادہ سید محمد طاہر صاحب کے سپرد کی گئیں، انہوں نے ایک کامیاب کانفرنس کرائی ---- سب سے بڑا مسئلہ ادارے کی خود کفالت کا تھا، اس ہدف کو جناب کے۔ایم۔زاھد نے حاصل کیا، وہ قابل ستائش بھی ہیں اور قابل مبارکباد بھی ---- جناب سید ریاست علی قادری کے وصال کے بعد ادارے کا صدر صاحب زادہ سید وجاہت رسول صاحب کو چنا گیا، وہ نہایت خلوص سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں اور شدید علالت کے باوجود مصر اور ہندوستان کا کامیاب دورہ کیا بھی ---- صاحب زادہ سید وجاہت رسول صاحب کے ساتھ مخلص معاونین کی ایک جماعت ہے۔ مولائے کریم ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل'' کراچی اور اسلام آباد کے تمام اراکین و معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔ (آمین)

امام احمد رضا پر تقریباً ۱۹۶۸ء میں کام کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گیا ---- پاکستان، فرانس، اردن، ایران، سے شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں امام احمد رضا پر مقالات شامل کئے گئے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی سے ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف نے علماء دیوبند پر ڈاکٹریٹ کیا تو مقالہ کا

ایک باب امام احمد رضا کے لئے مختص کیا --- پھر کولمبیا یونیورسٹی سے ڈاکٹر اوشاسا نیال نے امام احمد رضا اور ان کی تحریک پر ڈاکٹریٹ کیا--- ازہر یونیورسٹی، قاھرہ سے مولوی مشتاق احمد مولوی ممتاز احمد سدیدی اور ڈاکٹر حازم محفوظ اور ڈاکٹر مجیب حسین مصری نے نہایت اہم کام کیے، اب تک امام احمد رضا پر عربی زبان میں ان کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں---- امام احمد رضا پر ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیوں سے بہت سے فضلاء نے ایم-فل، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں اور حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے امام احمد رضا کی شخصیت وفکر کی پہنائیوں اور وسعتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چند مزید یونیورسٹیوں کے نام ملاحظہ ہوں۔

بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد---- پنجاب یونیورسٹی، لاہور---- بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان---- سندھ یونیوسٹی، جام شورو---- کراچی یونیورسٹی، کراچی---- پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ---- مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ---- روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی---- رانچی یونیورسٹی، بہار---- بہار یونیورسٹی، مظفر پور---- میسور یونیورسٹی، میسور---- ہندو یونیورسٹی، بنارس---- کلہار یونیورسٹی ---- پورنیہ یونیورسٹی ---- ممبئی یونیورسٹی---- عثمانیہ یونیورسٹی---- کلکتہ یونیورسٹی- وغیرہ وغیرہ

یونیورسٹیوں کے علاوہ مختلف اداروں میں بھی امام احمد رضا پر کام ہو رہا ہے مثلاً دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور---- رضا اکیڈمی، ممبئی---- رضا اکیڈمی، لاہور---- رضا اکیڈمی، یو-کے---- کنزالایمان سوسائٹی، لاہور---- ادارہ افکار رضا، ممبئی---- وغیرہ ہم

امام احمد رضا پر اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ اس پر کسی بھی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا جا سکتا ہے لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود میرا تاثر یہ ہے کہ ابھی ہم امام احمد رضا کے علم و دانش کے عظیم سمندر کے ساحل پر کھڑے موجوں کو تک رہے ہیں---- مولیٰ تعالیٰ ہم کو علم و حکمت کے اس سمندر سے فیض حاصل کرنے اور امام احمد رضا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماتے۔ آمین ان کے نقش قدم سلف صالحین ہی کے نقش قدم ہیں جس کے لئے رب کریم نے فرمایا:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیماً فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُم عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (انعام:۳)

ترجمہ: اور یہ کہ یہ ہے میرا اسیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اسکی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرمایا کہیں تمہیں پرھیز گاری ملے۔

مولیٰ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے عشق و محبت سے بھر دے اور ہمیں مدستی عطا فرمائے تا کہ ہم اپنے تن کو اور اپنے من کو سنت کے سانچے میں ڈھال کر اللہ کے محبوب بنجائیں----

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌرَّحِیْم ۝ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆☆☆

شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ)

تحریر : اقبال احمد اختر القادری

پیران پیر سیدنا غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی، حسینی، البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۱ھ کو عراق کے علاقہ جیلان میں پیدا ہوئے --- آپ کی شخصیت اور علمی و روحانی کمالات کسی سے پوشیدہ نہیں --- آپ کے والد ماجد سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست علیہ الرحمۃ وقت کے جلیل القدر عالم و عارف اور جیلان کے اکابر مشائخ میں تھے --- جہاد فی سبیل اللہ کے بہت شائق تھے، راہ خدا میں لڑتے، مال خرچ کرنا اور شہادت کی تمنا میں ہر وقت جہاد کیلئے تیار رہتے، اسی سبب سے ''جنگی دوست'' آپ کا لقب مشہور ہوا --- نفس کشی اور ریاضت شرعی میں فرد واحد تھے --- نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے میں مرد دلیر تھے، حق بات کہتے کبھی نہ ڈرتے --- آپ کے زہد و تقویٰ، روحانی و علمی کمالات کا جیلان اور قرب و جوار میں خوب چرچا تھا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بھی نہایت پرہیزگار اور ایک معروف عارف باللہ حضرت سیدنا عبداللہ صومعی علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر اور علوم ظاہری و باطنی سے مرصع و مرقع تھیں --- وہ قرآن پاک کی حافظہ اور بے انتہا عبادت گزار و پرہیزگار تھیں، ہر شب عبادت میں گذارتیں اور ہر روز ایک قرآن پاک ضرور ختم فرماتیں --- (طبقات الکبریٰ)

ایسے متقی و پرہیزگار، شب بیدار، باکمال خدا رسیدہ والدین کی آغوش میں پرورش پانے والا فرزند کن کن صلاحیتوں سے بہرہ ورنہ ہوا ہوگا۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے بعد ماہ رمضان مبارک کی پہلی تاریخ کو والدہ ماجدہ نے دودھ پلانا چاہا مگر آپ نے مطلق دودھ نہ پیا حتیٰ کہ یونہی سارا دن گزر گیا اور جب مغرب کے وقت لوگوں نے افطار کیا تو آپ نے بھی دودھ نوش فرمایا --- ساری بستی میں شور ہو گیا کہ سادات کے گھر ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں سارے دن دودھ نہیں پیتا --- (طبقات الکبریٰ، اول، صفحہ ۱۲۶)

بچپن میں آپ جب کبھی کھیلنے والے لڑکوں کے قریب جاتے تو غیب سے آواز آتی:

''اے برکت والے میری طرف آ'' (قلائد الجواہر، صفحہ ۶)

متعدد روایات میں مورخین نے لکھا ہے کہ حضور غوث الاعظم علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب میں اوائل عمر میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے ایک آواز آتی کہ ''لہو ولعب سے باز رہو'' --- چنانچہ میں رک جاتا اور اپنے گردوپیش نظر ڈالتا --- جب بولنے والا کوئی نظر نہ آتا تو میں خوف کے مارے بھاگتا ہوا گھر آکر والدہ محترمہ کی آغوش میں چھپ جاتا --- جب کبھی مجھے نیند آتی تو وہی آواز میرے کانوں میں آکر متنبہ کرتی کہ:

''تمہیں اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ تم سویا کرو''

ایک روز آپ گھر سے باہر نکلے تو گلی میں کھیلنے والے لڑکوں نے آپ کو اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کیا --- آپ نے فرمایا ٹھیک ہے مگر جو میں کھیلوں گا وہی کھیلنا ہوگا --- چنانچہ آپ نے فرمایا، اچھا میں کہونگا ''لا الہ'' اور تم سب کہنا ''الا اللہ'' --- اب جو کھیل شروع ہوا تو آپ کے اس نرالے عارفانہ کھیل سے گلی گلی میں کلمہ طیبہ کا ورد شروع ہو گیا اور جیلان شریف کے در و دیوار ذکر حق سے گونج اٹھے ---

آپ نے قرآن مجید حفظ و ناظرہ اپنے والدین سے پڑھا، ابتدائی تعلیم بھی گھر ہی میں حاصل کی، بعد میں آپ کو جیلان

شریف کے ایک مدرسہ میں داخل کر دیا گیا --- چونکہ آپ فطری طور پر بہت ذہین تھے اس لئے علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے فرمانے لگے --- ابھی آپ کی عمر دس (۱۰) برس ہی تھی کہ والد ماجد ۴۸۱ھ میں وصال فرما گئے۔

حضور غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ۱۸ر برس تک جیلان شریف ہی میں تعلیم حاصل کی --- پھر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے بغداد شریف کا قصد کیا --- روانگیٔ بغداد کے وقت والدہ ماجدہ نے الوداع کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ:

''اے میرے بیٹے عبدالقادر! کبھی جھوٹ نہیں بولنا''

عارفہ صادقہ ماں کی یہ نصیحت اگر چہ مختصر تھی مگر اس میں تمام دنیا کی نصیحتیں سمٹ آئی تھیں --- شفیق ماں کی نصیحت پر اس سعادت مند بیٹے نے سرِ خم تسلیم کیا اور بغداد شریف روانہ ہوئے --

آپ جس قافلے میں تھے، جب وہ قافلہ ہمدان پہنچا تو راستے میں ساٹھ ڈاکوؤں نے قافلے کو گھیر لیا --- سارا قافلہ لوٹ لیا گیا --- ایک ڈاکو نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کیا ہے --- آپ نے فرمایا میرے پاس چالیس دینار ہیں، وہ ڈاکو آپ کی سچی بات کو مذاق سمجھ کر چلا گیا --- پھر دوسرا آیا --- اس نے بھی دریافت کیا کہ تمہارے پاس کیا ہے --- آپ نے اس کو بھی وہی جواب دیا، لیکن وہ بھی مذاق ہی سمجھا --- جب تمام ڈاکو اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے تو سب نے آپ کا ذکر کیا، اس پر ڈاکوؤں کے سرغنہ کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور اشارہ کرتے ہوئے کہا تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ نے پھر وہی جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری والدہ ماجدہ نے وقت رخصت چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیئے تھے --- چنانچہ ڈاکوؤں نے جب وہ کپڑا ادھیڑا تو واقعی اس سے چالیس دینار برآمد ہوئے --- آپ کی راست بازی سے ڈاکوؤں کا سردار بڑا حیران ہوا اور اس نے سوال کیا کہ تمہیں کس چیز نے سچ بات کہنے پر آمادہ کیا ---؟ آپ نے فرمایا ---

''میری والدۂ ماجدہ نے نصیحت فرمائی تھی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا اور میں نے اسی بات کا والدہ سے وعدہ کیا تھا'' ---

صدقِ مقال کا تیر اسی وقت گنہگار دل میں پیوست ہو گیا اور ڈاکوؤں کا سردار آپ کا دستِ حق پرست تھام کر روتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بولا، یہ بچہ اپنی ماں سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور میں تمام عمر اپنے خدا تعالیٰ سے کئے وعدہ سے منحرف رہا، اس سے بغاوت کرتا رہا، میرا کیا حال ہوگا! --- اس کے بعد پھر وہیں تمام ڈاکوؤں نے توبہ کی اور لوٹا ہوا مال و اسباب سب کو واپس کر دیا --- (نفحات الانس، صفحہ ۳۵۲/ سفینۃ الاولیاء)

آپ ۴۸۸ھ/ ۱۰۹۵ء میں بغداد شریف پہنچے اور ''مدرسۂ نظامیہ'' (جو اس دور کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا) میں داخل ہو گئے --- آپ نے ہر علم اس کے ماہر و باکمال استاد سے حاصل کیا --- یہاں تقریباً ۸ر برس رہ کر تمام علوم دینیہ پر دسترس حاصل کی، علم میں کمال و مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی مشغول رہتے --- جس وقت آپ علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے، بغداد شریف کی تقریباً ۱۹ر لاکھ آبادی تھی اور اس میں تقریباً ۵۰ر ہزار علماء و مشائخ تھے، بغداد شریف تمام دنیا میں علوم اسلامیہ کا مرکز مانا جاتا تھا --- اس دور میں علماء کی اتنی کثیر تعداد میں حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی صاحب کمال عالم و فاضل نہ تھا --- علوم ظاہری سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دماغ تو روشن ہو گیا مگر بے قرار طبیعت کو سکونِ قلب میسر نہ ہوا --- آپ نے اب کسی کامل روحانی استاد و عارف کی جستجو شروع کی، --- ایک روز بے قراری کے عالم میں بغداد شریف سے صحرا کی جانب چل نکلے --- ابھی کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ ایک آواز کانوں میں گونجی --- اے عبدالقادر --- ! یہاں سے مت جا، خلق خدا کو تیری ضرورت ہے، یہ تجھ سے فیضیاب ہوگی --- آپ نے کہا! مجھے خلق خدا سے

کیا، مجھے اپنے دین کی سلامتی چاہیے۔اس پر پھر آواز آئی ---نہیں نہیں، تمہارے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا واپس لوٹ جاؤ---چنانچہ آپ بغداد شریف چھوڑنے سے باز رہے، اسی دوران قصبہ جیلان میں آپ کی والدہ کا وصال ہوگیا---اب آپ ہمہ وقت اسی آرزو کی تکمیل میں رہتے کہ کوئی عارفِ کامل مل جائے---آپ اللہ تعالیٰ سے اکثر یہی دعا فرماتے کہ الٰہی کسی پیر کامل تک رسائی فرما جو میری پوری طرح رہنمائی فرمائے---

بارگاہ اقدس میں دعاء مستجاب ہوئی اور قدرت نے آپ کو حضرت شیخ حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے ملا دیا---آپ ان کی صحبت میں رہنے لگے---حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت فیض نے آپ کے دل میں عشق الٰہی کی آگ کو خوب ہی بھڑکا یا حتیٰ کہ بغداد کے ''محلہ کرخ'' کے ایک ویران مکان کو آپ نے اپنی چلّہ گاہ بنالیا اور ۱۲ ربرس تک مسلسل ذکر الٰہی اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہے، اس دوران آپ دن کو روزہ رکھتے اور شام کو دریائے دجلہ کے کنارے جا کر وہاں پر اُگے ہوئے ساگ پات سے افطار فرماتے ---رفتہ رفتہ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہونے لگی---اوائل زندگی میں عشقِ الٰہی کی جو چنگاری آپ کے دل میں سلگ چکی تھی وہ اب بھڑک کر ایک شعلہ کی شکل اختیار کرگئی---ایک روز آپ نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں، پیوؤں گا جب تک کوئی مرد کامل خود آ کر مجھے اپنے ہاتھ سے نہ کھلائے، اس عہد اصولی میں تقریباً چالیس دن مسلسل گزر گئے اور آپ نے کچھ نہ کھایا---پھر ایک دن مشہور صاحبِ طریقت بزرگ ولیٔ کامل حضرت سیدنا شیخ ابو سعید المبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے آپ کو کھانا کھلایا---اس وقت کی کیفیت حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ کے دستِ اقدس سے جو لقمہ میرے منہ میں پہنچتا، اس سے میرے دل میں نور معرفت پیدا ہوتا جاتا تھا''---(طبقات الکبریٰ، ص ۱۲۷)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کرلی---تزکیۂ نفس کی منازل تو آپ قبل ازیں ہی طے کر چکے تھے چنانچہ مرشد نے خلافت واجازت اور تاج ولایت عطا فرمایا اور پھر اپنے مدرسہ میں صدر المدرسین مقرر کر کے خود گوشہ نشینی اختیار کی---

حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس میں مصروف ہوگئے---آپ جلسۂ عام میں وعظ ونصیحت اور تقریر نہ فرماتے تھے---ایک روز دو پہر کو آرام فرما رہے تھے، خواب میں سرکار ابد قرار مدنی تاجدار ﷺ نے نوازا اور فرمایا کہ بیٹا عبدالقادر---! تم عوام کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے---؟ عرض کیا---میں عجمی ہوں فصحائے عرب کے سامنے زبان کیسے کھولوں---! اس پر حضور تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک آپکی زبان پر لگا کر فرمایا اب جاؤ اور عوام کو وعظ و نصیحت کرو---اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تشریف لانا بھی منقول ہے---(اخبار الاخیار، صفحہ ۳۸/سفینۃ الاولیاء صفحہ ۶۴)

اب کیا تھا، آپ نے وعظ شروع کیا، ابواب سخن کھل گئے---سننے والوں پر بڑا اثر ہونے لگا، پتھر دل پگھلنے لگے ---گناہوں سے آلودہ قلب دھلنے لگے---رفتہ رفتہ آپ کے وعظ کی مقبولیت ایسی ہوئی کہ مدرسہ کی عمارت سامعین کیلئے ناکافی ہوگئی تو آپ نے جلسہ محلّہ کی عیدگاہ میں اجتماع شروع کیا مگر لوگوں کے اجتماع سے عیدگاہ بھی ناکافی ہوگئی تو شہر سے باہر وسیع میدان میں آپ کا منبر رکھا گیا جہاں کثیر تعداد میں لوگ آتے (قلائد جواہر صفحہ ۱۳)

آپ کی مجلس وعظ میں امراء فقراء، درویش، صوفی، سلاطین، علماء وصلحاء، مشائخ، زاہدین، عابدین، اہل علم وفن اور اہل قلم الغرض ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لوگ شریک ہوتے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی مستفیض ہوتے تھے---آپ کا وعظ ربانی الہامات کا سمندر اور معرفت کی تفسیر ہوتا---سننے والا شراب محبت

میں مست اور بے خود ہو جاتا ---آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے، تمام حاضرین آپ کی ہیبت و عظمت اور جلال کے سامنے خاموش بت بنے سماعت کرتے ---آپ کبھی کبھی اثنائے وعظ فرماتے---

''قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوئے''

اب لوگوں میں اضطراب اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، کوئی گریہ وفریاد کرتا ---کوئی کپڑے پھاڑ جنگل کی راہ لیتا ---کوئی بیہوش ہو، ہو جاتا اور کوئی بے خودی واضطراب میں جان ہی دے دیتا ---بسا اوقات آپ کی مجلس وعظ سے شوق وعشق، ہیبت تصرف، عظمت اور جلال کے باعث کئی کئی جنازے اٹھتے تھے---(اخبار الاخیار، صفحہ ۳۹)

ایک روز آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں کسی خستہ حال ناتواں ضعیف شخص کو گرتے ہوئے دیکھا تو اسے سہارا دے کر اٹھایا اور پھر کچھ پڑھ کر دم فرمایا تو وہ شخص توانا ہو گیا اور بولا کہ میں تمہارے نانا کا دین ہوں تم نے سہارا دے کر مجھے زندگی دی ہے بے شک تم ''محی الدین'' ہو---بعض مورخین نے اسے خواب سے تعبیر کیا ہے، جیسے صاحبِ قلائد الجواہر، ---الغرض اس واقع کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے تو ہر جانب سے ''محی الدین''--- ''محی الدین'' کی صدائیں آنے لگیں---

(خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، صفحہ ۹۴ نفحات الانس، صفحہ ۲۶۰)

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور علمی و دینی کارنامے بے حساب و بے شمار ہیں اگر صرف ان ہی کو جمع کیا جائے تو ایک طویل دفتر درکار ہے، آپ کی سب سے بڑی کرامت شریعت و سنت کی پابندی ہے ---آپ کا ایک اہم کارنامہ راہ طریقت میں ''سلسلۂ قادریہ'' کا جاری کرنا ہے---یہ ایک روحانی نظام ہے جو اپنے اندر مقناطیسی کشش اور برقی اثرات رکھتا ہے، جس کے باعث آپ کی حیات ہی میں لاکھوں انسان اس طریقۂ رشد و ھدایت سے فیضیاب ہو کر ایمان کی حلاوت سے سرفراز ہوئے اور بے شمار معرفت کے بامِ عروج کو پہنچے---آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے تمام دنیا میں یہ سلسلہ انقلابی رفتار سے پھیلا دیا، جس سے عالمگیر روحانی انقلاب برپا ہوا---اس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ ورسول کے سوا شائد ہی کوئی جان سکے---اس سلسلۂ عالیہ قادریہ سے وابستہ اور فیضیافتہ مسلمان آج دنیا کے تقریباً ہر خطہ میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں ---راقم خود بھی اسی سلسلہ سے نہ صرف وابستہ ہے بلکہ الحمد للہ صاحب اجازت و خلافت ہے ---سلسلۂ قادریہ کی ہمہ گیر مقبولیت کے سبب ایک ریسرچ اسکالر نے کراچی یونیورسٹی سے سلسلۂ قادریہ پر ڈاکٹریٹ (Ph.D) بھی کیا ہے---

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبل از وصال ایک روز فرمایا کہ بے شک میرے پاس تمہارے (گھر والوں) علاوہ کچھ اور حضرات بھی تشریف لائے ہیں ان کے لئے جگہ فراغ کرو---(چونکہ وصال کا وقت قریب تھا اس لئے اولیاء اللہ، ملائکہ اور جنات، روحانی ملاقات کو حاضر تھے) پھر حضرت ملک الموت انسانی صورت میں حاضر ہوئے اور ایک کاغذ آپ کو دے گئے جس پر تحریر تھا کہ:

''محبّ کی طرف سے یہ خط محبوب کے نام ہے،
ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے''---

یہ پڑھ کر آپ نے تبسم فرمایا، پھر ایک طویل سجدہ فرما کر تمام مسلمانوں کیلئے دعا کی اور بستر پر لیٹ گئے اور یوں ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء کو وصال حق فرمایا---آپ کے یوم وصال پر ہر سال دنیا بھر میں مسلمان آپ کا عرس ''گیارہویں شریف'' کے نام سے مناتے ہیں۔

امام احمد رضا اور سائنسی مصطلحات

❁❁❁

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ★

ارشادِ ربانی ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پوچھنے والے پر کوئی پابندی نہیں لگائی کہ میرے علم والوں سے کیا سوال کرنا اور کیا نہ پوچھنا بلکہ کھلی اجازت دے دی کہ میری جانب سے علم دیئے جانے والوں سے کسی بھی زمانے میں کسی بھی علم وفن یا کسی بھی علم کی شاخ درشاخ سے متعلق جو بھی سوال کرنا چاہو سوال کرنا ہمارے اہل علم تم کو تشفی بخش جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کیلئے ہر زمانے میں ایسے ذہن پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی ذہانت میں اس کو الحمد سے الناس تک یاد رکھا یہ انسان کی اپنی کوئی طاقت نہیں کیونکہ اس نے ذمہ لے لیا اس لئے اس مخلوق انسانی سے چند کو ہر زمانے میں انتخاب فرما کر اس کے ذہن میں محفوظ فرما دیتا ہے اور یہ حفظ قرآن کا سلسلہ قیامت تک ایسے ہی جاری رہے گا اور اس کے اس چیلنج کو حفاظ قرآن پورے کرتے رہیں گے اگر چہ وہ انسان اور حفاظ کا محتاج نہیں مگر انسانوں کے درمیان اس کو انسانوں کے ذریعہ ہی محفوظ رکھا ہے۔ اس کے حفاظ درحقیقت حروف کے جاننے والے ہیں وہ حروف سے حروف کو ملا کر پورا قرآن سنا دیتے ہیں لیکن حفاظ کی اکثریت حروف کی معنویت اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتی۔ خداوند کریم نے اس کا بھی انتظام فرما دیا کہ جب بھی دنیا میں کوئی انسان کوئی سا بھی سوال کرے اور اس سوال کا تعلق زمانے کے کسی بھی علم وفن سے ہو حروف کی حقانیت جاننے والا اس کا جواب دے دے گا۔ حروف کی حقانیت، معنویت، مقصدیت جاننے والے کو قرآن نے ''اھل الذکر'' بتایا ہے۔ اھل الذکر کی بہت ساری اقسام ہیں:

1: پہلی قسم۔ جو مخصوص علم جانتے ہیں اس کے علاوہ علوم نہیں جانتے

2: دوسری قسم۔ مخصوص علم جاننے والے بھی دو اقسام کے ہیں۔

(الف) وہ جو صرف ظاہر مخصوص علم یا اس کی شاخ کو جانتے ہیں مگر اس علم کی حقیقت سے واقفیت نہیں رکھتے۔

(ب) ظاہراً بھی جانتے ہیں اور حقیقت سے بھی آشنائی رکھتے ہیں مگر حقیقت کی اصل سے واقفیت نہیں رکھتے۔

3: تیسری قسم۔ چند مخصوص علم میں مہارت یا دسترس رکھتے ہیں باقی میں کم

4: چوتھے۔ صرف دنیاوی یا دینی علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔

★ (چیئرمین شعبۂ ارضیات و پیٹرولیم، کراچی یونیورسٹی، کراچی، پاکستان)

5: پانچویں- دنیاوی اور دینی اکثر علوم میں دسترس رکھتے ہیں۔

6: چھٹے- تمام دنیاوی اور دینی علم کا ادراک رکھتے ہیں۔

ان اقسام کے مزید تقسیم ممکن ہے مگر احقر نے صرف سمجھانے کے خاطر یہ خاکہ بتایا ہے اس میں ہر شخص "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ" میں اپنی صلاحیت کے مطابق شمار کیا جاسکتا ہے کہ تم اس علم کے اہل علم سے معلوم کرلو وہ تم کو جواب دے دیں گے مگر ایسے اشخاص کم کم ملیں گے جو اس آیت کی مکمل تفسیر بن جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کو تو ہر زمانے میں ان کے امتیوں کے مقابلے میں مکمل علم عطا فرمایا یہاں تک نبی الانبیاء علیہ سلام کو کل کائنات کا علم عطا فرمادیا کہ جو بھی آپ سے سوال کیا جائے آپ اس کو جواب دے سکیں اس کے لئے قرآن نے سند عطا فرمادی:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النسآء)

"اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"

نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا سلسلہ کیونکہ جاری ہے اور آپ نے ظاہری پردہ فرما کر دوسری دنیا کو اپنے وجود مسعود سے رونق بخشی ہوئی ہے اس لئے دنیا میں قیامت تک آپ کی ظاہری کمی کو علماء ربانیین پورا کرتے رہیں گے جو درحقیقت آپ کے ہی فیض و کرم سے آپ کے نائبین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں حضور ﷺ کے نائبین کو بھی اس زمانے کے تمام علوم و فنون میں یکتا روزگار بناتا ہے تاکہ اگر ان سے کوئی سوال کرے تو وہ ہر اس سوال کا جواب دے دیں ورنہ دین پر، اسلام، پر قرآن پر، صاحب قرآن پر اور صاحب قرآن کے بھیجنے والے پر حرف آئے گا کہ وہ نہیں جانتا (معاذ اللہ) اس لئے دنیا میں خداوند کریم ایسی عبقری شخصیات کو بھیجتا رہتا ہے ایسی ہی ایک عبقری شخصیت، نائب رسول اور فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ کی جامع تفسیر کی شکل میں ایک ذات امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے۔ ان کی ۵۵ سالہ علمی زندگی میں جس کسی نے جس شعبہ سے جس نوعیت کا بھی سوال کیا آپ نے اس علم کی اصطلاحات اور اس علم کی روشنی میں اس کا بھرپور تسلی بخش اور صحیح جواب عطا فرمایا۔ یہاں سوال جواب کے بجائے ان کی علمی بصیرت، قرآن کریم کی فہم اور سائنسی اصلاحات وعلوم سے متعلق دو چار مثال پیش کروں گا۔

امام احمد رضا کے علوم وفنون کے مرکز قرآن حکیم ہے۔

امام احمد رضا ترجمہ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی مصطلحات میں کرتے ہیں۔ امام احمد رضا واحد مترجم قرآن ہیں جن کو علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ یعنی موجودہ سائنس علوم پر بھی سو سے زیادہ رسائل اور کتابیں اردو، فارسی اور عربی زبان میں مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں افسوس کے صرف چند زیور طباعت سے آراستہ ہوسکیں۔ یہاں سائنس وحکمت وفلسفہ کے حوالے سے چند امثال پیش کر کے امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کی طرف توجہ دلا رہا ہوں مثال ملاحظہ کیجئے:

وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ (النباء)

اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہوجائیں
گے جیسے چمکتا ریتا پانی کا دھوکہ دیتا۔

امام احمد رضا کے اس ترجمہ قرآن کو پڑھ کر علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات وطبیعات کا ماہر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولانا نے "سرابا" کا جو ترجمہ کیا ہے یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ اس عمل سے واقف نہ ہو کہ کیونکہ تیز گرمی میں

ریگستانوں میں یا کسی بھی سطح ہموار پر پانی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور جوں جوں وہ قریب جاتا ہے وہ پانی دور ہوتا جاتا ہے اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوجاتا ہے کہ یہ میرا دھوکا ہے۔ امام احمد رضا ساتھ ہی ساتھ مفسرین اور ماہرین لغت سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں چنانچہ ملاحظہ کیجئے کہ مفسرین اور ماہرین لغت ''سرابا'' کے متعلق کیا فرماتے ہیں:

تفسیر خازن:

(فکانت سرابا):ای هبأمنبثا کا لسراب فی عین الناظر

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے۔

تفسیر مدارک:

(فکانت سرابا): ای هبأ تخیل الشمس انه ما

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں

مفردات القرآن!

سراب اس کو کہا جاتا ہے جب شدت گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو سراب کہتے ہیں۔

ان دلائل سے جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ سرابا ایک قسم کا دھوکا ہے کہ جب ریگستان میں یا کسی ہموار سطح پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو درر ے سے پانی کی موجودگی کا دھوکا ہوتا ہے امام احمد رضا نے اس حقیقت کی ترجمانی فرما کر بتادیا کہ آپ کو اللہ نے قرآن فہمی کا کتنا وسیع ادراک دیا ہے جب کہ اردو زبان کے تمام مترجمین نے سرابا کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے۔

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ دراصل قرآن پاک کی سورہ ''القارعہ'' میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت بتائی جانے کے پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ القارعہ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ (القارعہ)

''اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی اون''

سورہ المرسلٰت میں ارشاد قدسی ہے:

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝

''اور جب پہاڑ غبار بن کر اڑا دیئے جائیں''

امام احمد رضا نے سرابا کا مفہوم وہ بیان کیا ہے جو روز قیامت نظر آئے گا۔ قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے، ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے زمین پر تھرتھراہٹ کے باعث بڑے بڑے گڑھے پڑجائیں گے زمین اسی دوران اپنا لاوا (Lava) اگلے گی اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہوجائے گا اور زمین کی سطح پھر کسی حد تک ہموار ہوجائے گی لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں گے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گا۔ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس وقت زمین تانبے کی ہوگی اور اس تانبے کی زمین پر سورج کی شعائیں پڑنے کے باعث اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا سرابا کا ترجمہ نہایت ہی سائیٹفک طریقے پر کیا ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی علوم کے بھی مجدد اور امام ہیں۔ راقم کی ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے دوران کئی آیات سامنے آئیں جن کا علوم ارضیات سے گہرا تعلق تھا اور علم ارضیات کی اصطلاح میں صرف

امام احمد رضا کا ترجمہ ہی واحد ترجمہ ہے جب کہ تمام اردو زبان کے مترجمین نہ صرف علم ارضیات بلکہ کسی بھی علم کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔ سورہ النزاعٰت کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے زمین کی بناوٹ سے متعلق ارشاد فرمایا اور امام احمد رضا نے اس کی اصطلاح میں ترجمہ کر کے قاری کو سمجھنے میں آسانی فرمائی ہے آیت اور ترجمہ ملاحظہ کریں

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا ۝ (النّٰزعٰت)

اور اس کے بعد زمین پھیلائی (امام احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان" ص ۸۲۲)

دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے "دحٰھا" کے معنی پھیلنے کے بجائے "جماؤ" کئے ہیں جبکہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (Sedementary Rocks) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل پہاڑوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علم ارضیات کے طالب علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔

(Swokins, F.S etal 1987 "The Rvolving Earth" Page 153)

یہ عمل اسی طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (OCEANS) یعنی بحیرہ ہند، بحیرہ اوقیانوس وغیرہ میں بیچ و بیچ ۵ تا ۶ میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں جن کو Oceanic Trenches بھی کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا۔ جب نیا لاوا پھر نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اگرچہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔

(Sawkins, F.S. etal. 1978 "The Evolving Earth" Page 153.)

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔ اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے۔ کوئی براعظم ہر سال ۳ سینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے کوئی ۴ سینٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کا برصغیر پاک و ہند کا حصہ (Mount Everest) ہر سال ۳ اعشاریہ ۵ سینٹی میٹر ہر سال اوپر اٹھ جاتا ہے اس کو آسانی سے سمجھنے کے لئے بحیرہ ہند کا مطالعہ کریں یہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے اس طرح سمندر کناروں کا حجم ہر سال بڑھ جاتا ہے۔ اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورہ النّٰزعت کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کے قدرت کے اس عمل کو سمندر کی ۶ میل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا۔ امام موصوف نے باطنی علوم کی روشنی میں دیکھ لیا اس لئے انہوں نے اس قدرت کے عمل کو ترجمہ میں ارضیاتی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے اپنی علمی وسعتوں کا اظہار کیا اور جامع ترجمہ کیا "اس کے بعد زمین پھیلائی" زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنسداں ہی دیکھ سکے کیونکہ ظاہری لفظوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کا باطن بھی اللہ کی دی ہوئی فہم سے سمجھتے ہیں جبکہ اردو زبان کے تمام مترجمین قرآن آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کر سکے جو علم کی متعلق آیت اشارہ کر رہی ہے۔

راقم الحروف علم ارضیات کا طالب علم ہے اور گزشتہ

۲۵ سال سے جامعہ کراچی کے شعبہ ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروف عمل ہے اس لئے میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو میں آیات قرآن میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اسی کے ارتقاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی بھی ترجمۂ قران میں مجھے علوم ارضیات سے متعلق خصوصاً اور دیگر سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی اصطلاحات نہیں ملتیں جو ان علوم وفنون کے نشاندہی کریں مثلاً:

''علم ارضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی ٹھنڈا ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولہ کھاتی رہی یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور اس کو قرار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے، زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر (نیچے) گرم پگھلا ہوا لاوا مائع کی شکل میں موجود رہا۔ پہاڑ (آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور سمندر کے باہر زمین کے اوپر بھی موجود ہیں اور یہ سب پہاڑ اسی گرم لاوا کے اوپر اسی طرح لنگر انداز ہیں جس طرح سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ اس سمندری جہاز کو اس کے لنگر (Anchor) روکے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر زمین کو روک رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔ جب کبھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا اوپر آجاتا ہے کیونکہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ یہ لاوا موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس کی گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔ زلزلے کے وقت جو تھرتھراہٹ یا جنبش ہوتی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اسی طرح کانپتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کئے اور اس طرح اس زمین کو سکون حاصل ہوا۔ اس سارے عمل کو علم ارضیات میں **(Plate-Tectonics)** کہتے ہیں۔

(Arthur Holmes, 1972, "Principles of Physical Geology" P.22)

قرآن مجید وفرقان حمید نے زمین کے متعلق کئی انداز میں تذکرہ کیا ہے اردو مترجمین قران نے ہر آیت کا ترجمہ تو بیشک کیا ہے لیکن ان آیات کے پیچھے جو علم کا سمندر ہے اس کو لفظی، لغوی ترجمہ کرنے والے سمجھنے سے قاصر رہے وہ صرف لفظی ترجمہ کرکے آگے بڑھ گئے مگر امام احمد رضا علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم ارضیات کے بھی ماہر ہیں ان کی نگاہ نے آیت کے پیچھے قدرت کے اس سارے عمل کو دیکھ لیا اور پھر ترجمہ کرتے وقت ان آیات کے لئے ایسے الفاظ کا چناؤ کیا جو علوم ارضیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔ آیئے سورہ الانبیاء کی آیات کا مطالعہ کریں:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۳۰/۳۱)

ترجمہ:

''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم

نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں''

(امام احمد رضا خاں بریلوی ''کنز الایمان فی ترجمہ القرآن'' ص ۴۵۸)

کیا جو لوگ منکر ہیں انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی آسمان و زمین دونوں کا ایک بھنڈا (ڈھیر) سا تھا تو ہم نے (اس کو توڑ کر) زمین و آسمان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں تو کیا اس پر بھی لوگ (ہم پر) ایمان نہیں لاتے اور ہم ہی نے زمین میں بھاری بوجھل پہاڑ (مواقع مناسب پر) رکھے تا کہ زمین لوگوں کو لے کر (کسی طرف کو) جھک نہ پڑے اور ہم ہی نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تا کہ لوگ اپنی منزل مقصود کو جا پہنچیں۔

(ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ''حمائل شریف مترجم'' ص۔۵۱۹)

چند مزید تراجم ''وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم'' سے متعلق ملاحظہ کیجئے:

..........اور رکھ دئے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ، کبھی ان کو لے کر جھک پڑے۔ (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

..........اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ بنادیئے کہ ایک طرف ان کے ساتھ جھک نہ پڑے۔ (ابوالکلام آزاد)

..........اور زمین میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیئے کہ کہیں ان کو لے کر جھک نہ جائے۔ (مقبول احمد دہلوی)

سورہ انبیاء کی ۳۱ رویں آیت کریمہ کی جامعیت جو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں پائی جاتی ہے وہ جامعیت دیگر تمام تراجم میں ناپید ہے اور دیگر مترجمین قدرت کے اس طریقے کو جان ہی نہ سکے کہ پہاڑ کس طرح قائم ہیں اور زمین کا سکون کس طرح برقرار ہے کیونکہ کوئی بھی مترجم (Isostatic Theory) کو نہیں سمجھتا اس لئے ترجمہ میں جو بات پوشیدہ ہے ضبط تحریر میں نہ لاسکا یہ صرف امام احمد رضا کی فکر کی گہرائی ہے کہ انہوں نے دو لفظوں کے چناؤ سے اس قدرتی طریق کو ترجمہ میں ظاہر کر دیا کہ پہاڑ ضرور تہہ بہ تہہ جمائے گئے ہیں مگر یہ لنگر انداز ہیں اور یہ کھلی حقیقت ہے کیونکہ جیولوجی سے تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ پہاڑ کیونکر خاموش کھڑے ہیں۔

دیگر تراجم میں ایک بات اور جو انہونی نے ترجمہ کی گئی ہے وہ یہ کہ زمین لوگوں کے بوجھ سے ادھر سے ادھر جھک جاتی ہے اس لئے پہاڑوں کی جمایا گیا جبکہ زمین انسانوں کی پیدائش سے ۴ رسے ۶ ربلین سال پہلے قرار پا چکی تھی یا کم از کم حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے قبل قطعی سکون میں آ چکی تھی اور اگر انسانوں کے بوجھ سے ہلتی جلتی تو آج اس کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہلنا چاہیے کیونکہ روزانہ ہزاروں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں پاکستان ہی کی مثال لیجئے کہ کراچی شہر میں ڈیڑھ کروڑ انسان رہتے ہیں جبکہ پورے بلوچستان میں کچھ لاکھ افراد بستے ہیں مگر شہر کراچی میں لوگوں کے بوجھ سے زمین نہ دب رہی اور نہ ہچکولے کھا رہی ہے۔ انسان کا بوجھ ہوتا ہی کیا ہے جو زمین کو غیر متوازن کر سکے۔ درحقیقت آیت کا مفہوم یہ ہے جو امام احمد رضا کی نظر اور عقل نے سمجھا ہے جو علوم ارضیات سے بھی، مطابقت رکھتا ہے کہ پہاڑوں کے لنگر اس لئے ڈالے ہیں کہ زمین ان لنگروں کے بغیر ہچکولے کھاتی تھی اس لئے ان لنگروں سے اس کو قائم کر رکھا ہے۔

ان تمام امثال کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن دیگر تمام اردو تراجم سے زیادہ بہتر ہے اور یہ عین سائنٹیفک توجیہات کے مطابق بھی ہے یہاں

موقع نہیں ورنہ دیگر سائنسی علوم وفنون سے متعلق بھی آیات کا تقابل پیش کرتا۔ شواہد اور دلائل اس بات کے مظہر ہیں کہ امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ امام احمد رضا کی کوئی بھی تھیوری قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہوتی۔ دنیا آج زمین کو سورج کے گرد گھومتا ہوا تسلیم کرتی ہے مگر آپ نے اپنی کتاب ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں ۱۰۵/ دلائل سے زمین کو ساکن قرار دیا کیونکہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور باقی سارے سیارے گھوم رہے ہیں۔

تاریخ میں ہزاروں مسلمان سائنسدان علوم عقلیہ کے امام تسلیم کئے گئے ہیں مگر ان میں علوم نقلیہ کے استعداد رکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگر چہ ہر کوئی قرآن و حدیث سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیونکہ اول ماخذ یہی ہے لیکن دونوں علوم میں دسترس رکھنے والے امام غزالی جیسی ہستیاں کم ہیں۔ امام احمد رضا کو دین اسلام کا چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے مگر آپ علوم عقلیہ کے بھی اکثر علوم وفنون کے مجدد نظر آتے ہیں۔ راقم یہ بات کہنے میں غلط نہیں کہ امام احمد رضا مجدد دین وملت اور مجدد علوم جدیدہ ہیں۔

حکیم محمد سعید صاحب نے امام احمد رضا کی ذہانت فطانت پر جو جامع تبصرہ کیا وہ ملاحظہ کیجئے:

''گزشتہ نصف صدی میں طبقہ علماء میں جو جامع شخصیات ظہور میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا کا مقام بہت ممتاز ہے، ان کی علمی دینی اور ملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ تفقہ اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی مہارت سائنس اور طب کے علوم میں بھی بہت زیادہ ہے ان کی بصیرت علماء سلف کے اس ذہن وفکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی یا دنیاوی علوم کی تفریق نہ تھی، ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصر حاضر کے علماء اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر ومطالعہ دیتا ہے''

(حکیم محمد سعید ''پیغام برائے مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء کراچی، ص ۱۵ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

حکیم صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے''

(ایضاً، طبی بصیرت ''معارف رضا'' شمارہ نہم ص ۱۰۰/ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل)

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن میں امتیازی پہلو دیگر مترجمین قرآن کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت مقصدیت قرآن کے کلمات میں پوشیدہ ہے یا کسی بھی عمل کی جو حقیقت اس کے وجود میں پوشیدہ ہے امام احمد رضا اس کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور اس علم کی روشنی میں اس کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ جب مترجم کے ذہن میں تمام تفاسیر لغوی معنویت، احادیث، آثار اور تمام علوم وفنون کا مجموعہ اس کے قوت حافظہ میں ہو اور خداوند کریم کی طرف سے اس کی ذہانت اتنی قوی ہو کہ تمام کلمات کو ان کی معنویت کے ساتھ یکجا کرلے۔

یہ خداداد صلاحیت ہی امام احمد رضا کو ان کے تمام ہم عصر حضرات میں اعلیٰ بنائے ہوئے ہے جس کی بنا پر ہر سمجھدار آپ کو اعلیٰ حضرت کہنے پر حق بجانب ہے۔
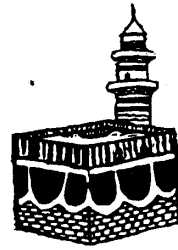
﴿آٹھویں اور آخری قسط﴾

تحقیق، محمد بہاء الدین شاہ ★

سعودی انقلاب برپا ہوا تو شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ محمد علی مالکی مفتی مالکیہ، علامہ سید عبداللہ زواوی مفتی شافعیہ اور شیخ عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ کے مناصب پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ انقلاب کے موقع پر ان میں سے اول الذکر تین مفتیان پر کیا بیتی؟ اس کا ذکر گذشتہ سطور میں آچکا جبکہ مفتی حنابلہ شیخ عبداللہ حمید نے انقلاب کے تین سال بعد طائف میں وفات پائی۔

حکومت سعودی عرب نے فوری طور پر مفتیان مذاہب اربعہ کے ان مناصب کو ہی سرے سے ختم کر دیا اور ان کی جگہ ایک نیا منصب ''مفتی الدیار السعودیۃ'' تشکیل دے کر اس پر شیخ محمد عبدالوہاب نجدی کی نسل میں سے شیخ محمد (م ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) بن ابراھیم بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب کو تعینات کر کے فتاوے کے اجراء کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس منصب کو وزیر کا درجہ دیا۔ ان کے محکمہ کا نام ''الرئاسۃ العامۃ للادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد'' رکھ کر اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ سے سینکڑوں میل دور علاقہ نجد کے مرکزی شہر و سعودی دارالحکومت ریاض میں بنایا گیا۔ شیخ محمد بن ابراھیم نجدی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ ابراھیم (پ ۱۳۴۴ھ) سعودی عرب کے دوسرے مفتی اعظم نامزد کئے گئے اور ان کے دور میں اس محکمہ کو مزید وسعت دی گئی ۱۳۹۱ھ کو شاہی فرمان کے ذریعے ملک میں حکومت کے ہم خیال اکابر علماء کی سپریم کونسل بنام ''ھیئۃ کبار العلماء'' تشکیل دی گئی نیز اسی فرمان کے تحت ایک کمیٹی بنام ''اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء'' بنائی گئی اور ملک کے مفتی اعظم شیخ ابراہیم اس کمیٹی کے صدر، جماعت انصار السنۃ المحمدیۃ مصر کے سابق صدر شیخ عبدالرزاق عفیفی مصری اس کے نائب صدر اور دو نجدی علماء اس کے رکن بنائے گئے اور فتویٰ کے اجراء میں یہ کمیٹی مفتی اعظم کے ساتھ مل کر کام کرنے لگی۔ اس کے ایک رکن شیخ عبداللہ بن سلیمان منیع نجدی (پ ۱۳۴۹ھ) گذشتہ پچیس برس سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں (۱۲۲)۔ شیخ ابراہیم نجدی ۱۳۹۵ھ میں علالت کے باعث مفتی اعظم کے منصب سے الگ ہوئے تو یہ منصب شیخ عبدالعزیز بن باز (۱۳۳۰ھ---۱۴۲۰ھ) نے سنبھالا اور ان کی وفات پر شیخ عبدالعزیز (پ ۱۳۶۲ھ) بن عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کو مفتی اعظم بنایا گیا۔ مفتی اعظم کی تعیناتی شاہی فرمان کے ذریعے عمل میں آتی ہے اور اب تک کے پورے سعودی عہد میں کل چار افراد اس پر تعینات کئے گئے جن کے نام اوپر درج کئے گئے ان میں سے تین شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نسل میں سے جبکہ

★ (ناظم بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

چوتھے یعنی شیخ بن باز اس خاندان کے علماء کے شاگرد اور نجدی تھے۔(۱۲۳)

یوں سعودی عہد کے آغاز پر ہی علماء مکہ مکرمہ کو نہ صرف مسجد الحرام کی امامت وخطابت سے محروم کردیا گیا بلکہ افتاء جیسے اہم شعبہ کو وھابی نجدی علماء کے لئے مخصوص کر کے اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ ہی سے نہیں پورے حجاز مقدس سے دور منتقل کر دیا گیا۔

سعودی عہد کا آغاز ہوا تو مدرسہ صولتیہ کے قیام پر نصف صدی بیت چکی تھی جس دوران اس مدرسہ کی شاندار کارکردگی سامنے آچکی تھی۔ سعودی عہد شروع ہوا تو اس مدرسہ کے ذمہ داران نے دیوبندیت اختیار کر لی اور انہی ایام میں مدرسہ کے زوال کی ابتدا ہوئی۔ مولانا محمد سعید کیرانوی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولوی محمد سلیم کیرانوی (۱۳۲۳ھ---۱۳۹۷ھ) کلی طور پر مدرسہ کے مہتمم ہوئے(۱۲۴)۔ ان کے بعد مولوی مسعود بن مولوی محمد سلیم کیرانوی اور پھر مولوی ماجد کیرانوی نے یہ ذمہ داری سنبھالی۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں اس مدرسہ کے طلباء کی تعداد ۶۴۳ تھی جو ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں گھٹ کر محض ۸۷ طلباء تک آگئی(۱۲۵) اس مدرسہ کا وجود آج بھی باقی ہے لیکن اعلیٰ تعلیم میں اس کا کردار ختم ہوکر رہ گیا ہے۔

مدرسہ فلاح جس کی ابتدا تقریباً ایک سو طلباء سے ہوئی اور ابتدائی دور میں ہی اس کے طلباء کی تعداد بارہ سو تک پہنچ گئی (۱۲۶) ھاشمی عہد تک اس کا نصاب مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا جاتا تھا۔ پھر سعودی عہد میں یہ نصاب فقہ حنبلی تک محدود کر دیا گیا اور پھر ۱۳۲۶ھ سے اس مدرسہ میں سرکاری نصاب رائج کر دیا گیا(۱۲۷)۔

سعودی انقلاب کے بعد حکمرانوں اور ان کے ہم خیال علماء نجد کے فوری اقدامات کے نتیجہ میں مسجد الحرام میں صدیوں سے رائج تعلیم وتحقیق کا نظام درہم برہم ہو گیا ادھر مدرسہ صولتیہ کو زوال کے راستہ پر ڈال دیا گیا۔ اس بدلتی صورت حال میں اس انقلاب کے پہلے عشرہ میں تین نئے مدارس، النجاح، دارالحدیث اور دارالعلوم الدینیۃ قائم ہوئے۔

یکم محرم ۱۳۵۰ھ کو شیخ عبداللہ خوجہ نے مدرسہ النجاح قائم کیا زرکلی نے تاثر دیا ہے کہ یہ ایک دینی مدرسہ تھا(۱۲۸) لیکن بانی مدرسہ کے بیٹے عمر عبداللہ خوجہ کے مضمون بعنوان ''مدرسۃ النجاح'' سے بخوبی عیاں ہے کہ یہ مدرسہ سیکنڈری سطح تک کی عمومی تعلیم کے لئے کھولا گیا تھا اور اس میں شام کے اوقات میں تعلیم دی جاتی تھی۔(۱۲۹)

حجاز مقدس میں وھابیت کے قدم جمانے کے لئے مصر کی جماعت انصار کے علاوہ برطانوی دور استعمار کے ہندوستان کے اہل حدیث زعماء نے السعود خاندان اور علماء نجد کی بھرپور مدد کی۔ چنانچہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں ہندوستان کے بعض اہل حدیث حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو امام مسجد الحرام شیخ عبدالظاہر ابوالسمح مصری سے ملاقات کر کے انہیں مکہ مکرمہ میں ایک دینی مدرسہ کے قیام کے لئے مالی اعانت کی پیش کش کی۔ اس طرح ۱۳۵۲ھ میں شیخ عبدالظاہر نے ''مدرسہ دارالحدیث'' کی بنیاد رکھی(۱۳۰) آگے چل کر شیخ عبداللہ خیاط مکی اس مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے صدر ہوئے(۱۳۱) اور شیخ سلیمان الصنیع عنزی مہاجر مکی (۱۳۲۳ھ---۱۳۸۹ھ) اس کی مجلس منتظمہ کے اعزازی رکن رہے(۱۳۲) اور دارالافتاء ریاض کے رکن، مکہ مکرمہ عدالت کے جج مفتی شیخ عبداللہ سلیمان منیع نجدی اس مدرسہ کی

مجلس کے رکن رہے اور شیخ ناصر البانی کے ایک اہم شاگرد شیخ محمد جمیل زینو مدرسہ دار الحدیث میں مدرس تعینات ہیں۔ اس مدرسہ کے ذمہ داران اسلام اور مسلمانوں کی ''خدمت'' کا فریضہ کس طرح انجام دے رہے ہیں؟ اس کی تازہ مثال شیخ زینو کی تحریروں سے ملاحظہ ہوں:

مصر کے سابق وزیر اوقاف، جامعہ الازہر میں متعدد اہم مناصب پر خدمات انجام دینے والے، شریعت کالج مکہ مکرمہ کے استاد، رابطہ عالم اسلامی کے بانی رکن، الجزائر میں میں جامعہ الازہر کے نمائندہ، عالم جلیل و مبلغ اسلام شیخ محمد متولی شعراوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۱ء---۱۹۹۸ء) جنہوں نے ٹیلی ویژن نشریات کے ذریعے درس قرآن گھر گھر تک پہنچایا نیز کتب تصنیف کیں، فتاوے جاری کئے اور حکومت مصر نے ان کی اسلامی خدمات کے اعتراف میں ملک کا اعلیٰ ترین ایوارڈ پیش کیا۔ ریاست دبئی کے حکمراں نے خصوصی طیارہ قاہرہ مصر بھیج کر شیخ شعراوی کو دبئی منگوا کر ان کے اعزاز میں خاص تقریب منعقد کر کے اس میں انہیں دس لاکھ درہم مالیت کا ''دبئی ایوارڈ'' پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ شیخ شعراوی کی نماز جنازہ میں دس لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ آپ کی رسم چہلم پر حکومت مصر نے خصوصی ڈاک ٹکٹ آپ کی یاد میں جاری کیا اور صدر حسنی مبارک نے آپ کی وفات پر خاص فرمان کے ذریعے ایک خصوصی ایوارڈ منظور کر کے شیخ شعراوی کے ورثا کو پیش کیا۔ آپ کے چہلم کے موقع پر قاہرہ کی جامع مسجد سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم میں تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی مکی سمیت پورے عالم عرب کی اہم شخصیات نے شرکت کی اور آپ کی خدمات کو سراہا۔ (۱۳۴)

شیخ شعراوی نے ''انت تسئال والاسلام یجیب'' نامی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صحابی رسول ﷺ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی نورانیت مصطفےٰ ﷺ سے متعلق حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ۱۹۹۹ء میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر قاہرہ کے ایک کثیر الاشاعت اخبار نے حدیث نور کی تائید میں شیخ شعراوی کا یہ فتویٰ ''النور المحمدی و بدایۃ الخلق'' کے عنوان سے اپنی معمول کی اشاعت میں نمایاں طور پر شائع کیا۔ (۱۳۵)

شیخ شعراوی کے اس فتویٰ کے خلاف شیخ محمد جمیل زینو نے ایک مفصل مضمون لکھا جس کا اردو ترجمہ ''بعض کفریہ اور باطل عقائد'' کے عنوان سے جدہ کے اخبار میں شائع ہوا۔ شیخ زینو نے اس تحریر میں عرب دنیا کے اس عالم جلیل کی خدمات کا اعتراف خاص و عام نے کیا انہیں شیخ شعراوی کو کافر قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ لکھے:

> ''یہ ایسے گمراہ کن عقائد ہیں جن سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے'' (۱۳۶)

شیخ شعراوی کا سلسلہ تلمذ و روایت دو واسطوں سے فاضل بریلوی سے جاملتا ہے:

> ''شیخ محمد فتولی شعراوی عن عارف باللہ علامہ سید محمد الحافظ تیجانی مصری مالکی حسینی صاحب مجلہ طریق الحق (۱۳۱۵ھ---۱۳۹۸ھ) عن محدث حرمین شریفین شیخ عمر حمدان المحرسی و مسند العصر علامہ سید محمد عبد الحیٔ کتانی حسنی مراکشی و مفتی مالکیہ شیخ محمد علی مالکی مکی عن مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (۱۳۷)

مدرسہ دارالحدیث کے قیام پر محض چند ماہ گزرے تھے کہ کے فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ محمد علی مالکی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک انڈونیشی نژاد شاگرد علامہ سید محسن بن علی المساوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۳ھ---۱۳۵۴ھ/۱۹۰۵ء---۱۹۳۵ء) نے ۱۳۵۳ھ میں (۱۳۸) انڈونیشیا کے مہاجر طلبا کے لئے مدرسہ ''دارالعلوم الدینیۃ'' قائم کیا۔ شیخ محمد علی مالکی ان دنوں محکمہ عدل سے وابستہ تھے آپ نے علاوہ سید محسن کی درخواست پر منصب قضاۃ سے استعفیٰ دے کر دارالعلوم الدینیۃ میں صدر مدرس کی نشست سنبھالی۔ شیخ محمد علی مالکی نے اپنی وفات تک تقریباً پندرہ برس اس مدرسہ میں بھرپور تدریسی سلسلہ جاری رکھا اور اس دوران آپ سے ۲۲۴ رعلماء نے اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے سند پائی۔(۱۳۹)

مذکورہ بالا تینوں مدارس یعنی النجاح، دارالحدیث اور دارالعلوم الدینیۃ تو افراد نے قائم کئے ادھر سعودی عہد کے آغاز سے ہی حکومت نے پورے ملک میں نیا نظام تعلیم رائج کرنا شروع کیا سب سے پہلے ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں ملکی سطح پر نظام تعلیم چلانے کے لئے ایک محکمہ بنام ''المدیریۃ العامۃ للمعارف'' قائم کیا گیا جس نے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء کو مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ ''المعہد الاسلامی'' اور ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء کو دوسرا مدرسہ ''المعہد العلمی'' قائم کئے پھر ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء کو شریعت کالج مکہ مکرمہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء میں مذکورہ محکمہ کو وزارت تعلیم کا درجہ دے کر سعودی عرب کے موجودہ بادشاہ فہد بن عبدالعزیز السعود (پ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) کو پہلا وزیر تعلیم نامزد کیا گیا۔ ۱۴۰۱ھ میں اسی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر اس کا نام ''ام القریٰ یونیورسٹی'' رکھا گیا۔(۱۴۰)

آج جب ہم پندرہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ میں داخل ہو چکے ہیں مکہ مکرمہ میں حصول علم کے چار ذرائع رائج ہیں لیکن ان کی نوعیت و اہمیت بدل چکی ہے۔ سب سے اہم ذریعہ تعلیم سرکاری مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹی ہے جو سعودی حکومت کے مالی مصارف اور علاقہ نجد کے شہر ریاض میں واقع وزارت تعلیم کے فراہم کردہ نصاب پر چل رہے ہیں۔ دیگر تین ذرائع غیر سرکاری مدارس، مسجد الحرام میں حلقات دروس اور علماء کے گھروں میں قائم تدریسی مجالس ہیں۔ غیر سرکاری مدارس کا تعارف و کارکردگی کا ذکر گذشتہ صفحات پر آ چکا جہاں تک مسجد الحرام میں تعلیم کا تعلق ہے تو وہاں پر درس و تدریس کا سلسلہ ماند پڑ کر محض ماضی کی روایت کی حد تک باقی رہ گیا۔ جن حلقات دروس میں تمام اسلامی علوم و فنون میں سیر حاصل تعلیم دی جاتی تھی اب ان حلقات کو ابتدائی دینی معلومات کے بیان تک محدود کر دیا گیا۔ پروفیسر احمد محمد جمال مکی (۱۳۴۳ھ/ ۱۴۱۳ھ) غالباً آخری اہم فرد تھے جنہوں نے اپنی تمام تعلیم مسجد الحرام میں علامہ سید علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر مکمل کی۔ پروفیسر جمال نے عرب دنیا کے علمی حلقوں میں اہم مقام پایا اور مختلف موضوعات پر نظم و نثر میں بتیس سے زائد کتب تصنیف کیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کی دعوت پر ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور آئے(۱۴۱)

اب ان حلقات دروس کی تعداد اور دائرہ عمل مسجد الحرام کی موجودہ انتظامی کمیٹی کے سربراہ شیخ محمد السبیل(۱۴۲) کے تازہ ترین بیان سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے کہا کہ اس وقت حرم مکی شریف میں بائیس تدریسی حلقے کام کر رہے ہیں۔ جن میں علمائے دین مختلف زبانوں اردو، عربی، انڈونیشی، ملائیشی،

انگریزی میں تعلیم دیتے ہیں تاکہ حرمین شریفین آنے والے زائرین کو دینی امور سے آگاہ کیا جاسکے۔ (۱۴۳)

سعودی عہد میں ''کتاتیب'' طریقہ تعلیم تو بالکل معدوم ہو کر رہ گیا نیز علماء کے گھروں میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی تیزی سے کم ہوتا چلا گیا لیکن مقامی علماء نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے گھروں کے دروازے تشنگان علم کے لئے بند نہیں کیے۔ آج محدث حجاز ومسند العصر ڈاکٹر علامہ سید محمد بن علوی مالکی کا گھر ایک بڑے مدرسہ کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ کے والد امام جلیل سید علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۹۱ھ میں وفات پائی تو ان کی جگہ آپ مسجد الحرام میں درس دینے لگے۔ پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہوا تو آپ نے مقام مصطفےٰ علیہ السلام کے بیان نیز عقائد اہل سنت و جماعت کی توضیح وتشریح پر ایک ضخیم کتاب بنام ''الذخائر المحمدیہ'' لکھی جو مصر سے شائع ہوئی۔ جیسے ہی یہ کتاب منظر عام پر آئی آپ کو علماء نجد کی طرف سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، آپ کو شرعی عدالت میں طلب کر کے اس کتاب کے مندرجات سے رجوع کرنے پر مجبور کیا گیا، پھر آپ کو مسجد الحرام میں درس و تدریس سے الگ کر دیا گیا اور مفتی شیخ عبداللہ سلیمان المنیع نجدی نے الذخائر المحمدیۃ کے خلاف کتاب ''حوار مع المالکی'' لکھی جس کے دارالافتاء ریاض نے سرکاری اخراجات پر متعدد ایڈیشن طبع کرا کے مفت تقسیم کیے (۱۴۴) علامہ سید محمد علوی مالکی حفظہ اللہ تعالیٰ نے الذخائر المحمدیہ نیز عقائد و معمولات اہل سنت کی تائید میں ایک بار پھر قلم اٹھایا اور ''مفاھیم یجب ان تصحح'' لکھ کر اس پر دنیا بھر کے مشاہیر علماء کی تقریظات حاصل کیں پھر مختلف ممالک سے اس کتاب کے لاتعداد ایڈیشن طبع ہوئے۔ اس پر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی نسل میں سے شیخ صالح بن عبدالعزیز نجدی نے اس کے خلاف کتاب ''ھذہ مفاھیمنا'' لکھ کر سعودی عرب سے شائع کرائی۔ یہی شیخ صالح اب وزیر مذہبی امور ہیں۔

۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں راقم السطور کو حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو مکہ مکرمہ کے محلّہ رصیفہ میں شارع مالکی پر واقع علامہ سید محمد بن علوی مالکی کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ آپ نے گھر میں ایک وسیع ہال بنوا رکھا ہے جس میں اس روز آپ نے درس حدیث دیا جس میں راقم سمیت عرب وعجم کے تقریباً چار سو افراد نے شرکت کی جس میں تمام حاضرین کی ٹھنڈے زم زم اور عربی قہوہ سے تواضع کی گئی۔ آپ کے گھر میں قائم اس مدرسہ میں حجاز مقدس یمن، انڈونیشیا، ملائشیا و دیگر ممالک کے طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں علامہ سید محمد مالکی کی تصنیفات ۳۷ سے تجاوز کر چکی تھیں نیز مشرقی ایشیا کے ممالک میں تیس سے زائد مدارس و مساجد آپ کی نگرانی میں کام کر رہی تھیں (۱۴۵) چند سال قبل آپ ادارہ منہاج القرآن کی دعوت پر لاہور تشریف لائے اور وہاں خطاب فرمایا۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کراچی تشریف لائے اور دارالعلوم امجدیہ نیز دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں طلباء اور علماء و مشائخ کے اجتماعات میں درس حدیث دیا۔ سعودی عہد میں اہل مکہ مکرمہ کا مسجد الحرام کی امامت و خطابت سے محروم کیا جانا، پھر انہیں مسجد الحرام میں تدریس سے الگ کرنا، دارالافتاء کی مسجد الحرام سے علاقہ نجد میں منتقلی، علامہ سید محمد بن علوی مالکی کی تصنیفات اور پھر ان کے خلاف سرکاری علماء کی کاروائیاں یہ سب اس کا ثبوت ہیں کہ مکہ مکرمہ، جہاں سے اسلام طلوع ہوا اس کے باشندے ماضی کی طرح آج بھی سعودی حکمرانوں اور علماء نجد کے برعکس مسلک اہل سنت و جماعت پر عمل پیرا ہیں۔

حوالے وحواشی

(۱۲۲) فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، ج ا ص ۲-۱۴۔

(۱۲۳) ماہنامہ التوحید قاہرہ شمارہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ، شیخ بن باز کی وفات پر خصوصی اشاعت مختلف صفحات، روزنامہ اردو نیوز جدہ شمارہ ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء، مضمون بعنوان ''سعودی عرب کے نئے مفتی اعظم ---ایک تعارف''، ص ۴۔

(۱۲۴) مولوی محمد سلیم کیرانوی کے حالات کے لئے دیکھئے: ماہنامہ المنھل جدہ شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء، شیخ سعد عبداللہ الملیص کا مضمون بعنوان ''الحفل السنوی لختم الکتب بالمدرسۃ الصولتیۃ'' ص ۲۲۲-۲۲۴، نشر الدرر ص ۷۵۔

(۱۲۵) ماہنامہ المنھل جدہ شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۵۲-۱۶۶۔

(۱۲۶) اھل الحجاز (ص ۱۹۱)

(۱۲۷) المنھل جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۶۹، اھل الحجاز ص ۱۹۹۔

(۱۲۸) الاعلام ج ۴ ص ۲۵۰۔

(۱۲۹) المنھل جنوری ۱۹۸۹ء ص ۱۷۲-۱۷۳۔

(۱۳۰) نشر الدرر ص ۵۴۔

(۱۳۱) ائمۃ المسجد الحرام مؤذنوہ فی العھد السعودی، ص ۳۵۔

(۱۳۲) شیخ سلیمان الصنیع نجدی کے اساتذہ میں شیخ عبداللہ حمید مفتی حنابلہ مکہ مکرمہ، علامہ سید عبدالحیٔ کتانی مراکشی، شیخ ابوبکر خوقیر، شیخ عبداللہ بن حسن نجدی، شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ، مولوی عبیداللہ سندھی سیالکوٹی (م ۱۳۶۳ھ)، مولوی عبدالستار دہلوی مکی (م ۱۳۵۵ھ)، مولوی سیف الرحمٰن افغانی (پ ۱۲۶۷ھ)، مولوی عبدالغفار دہلوی (پ ۱۲۷۴ھ)، شیخ محمد بن عبداللطیف نجدی اور مولوی عبدالھادی ہزاروی وغیرہ علماء ہیں۔ شیخ سلیمان الصنیع سعودی عہد کے مکہ مکرمہ میں امر بالمعروف نامی محکمہ کے صدر، حرم مکی لائبریری کے محافظ اور مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ (علماء نجد خلال ثمانیۃ قرون، ج ۲ ص ۳۰۱-۳۰۷، نشر الدرر ص ۳۵-۳۷)

(۱۳۳) فتاویٰ الجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ، جلد-۱، ص ۱۳۔

(۱۳۴) شیخ محمد متولی شعراوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: جامعہ الازہر قاہرہ کی طرف سے شائع ہونے والے ماہنامہ الازہر کا شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء، نیز وزارت اوقاف دبئی کے تحت شائع ہونے والے ماہنامہ الضیاء کا شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء۔

(۱۳۵) روزنامہ الاخبار قاہرہ شمارہ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ ص ۷

(۱۳۶) روزنامہ اردو نیوز جدہ شمارہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء ص ۴۔

(۱۳۷) بلوغ الامانی فی التعریف بشیوخ و اسانید مسند العصر الشیخ محمد یاسین بن محمد عیسیٰ الفادانی المکی، جمع و ترتیب شیخ محمد مختار الدین بن زین العابدین الفلمبانی دار العلوم الدینیۃ مکۃ، طبع اول ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء دار قیتبہ دمشق ص ۱۴۹، تشنیف الاسماع ص ۱۵۰-۱۵۴، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۱۹، ۲۳، ۲۴

(۱۳۸) علامہ سید محسن علی مساوی رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کے دیگر خلفاء شیخ عمر حمدان محرسی و علامہ سید محمد عبدالحیٔ کتانی سے بھی مختلف علوم اخذ کئے، مزید حالات کے لئے دیکھئے: الاعلام ج ۵ ص ۲۸۸، سیر و تراجم ص ۲۹۳-۲۹۴۔

(۱۳۹) سیر و تراجم ص ۲۶۲۔

(۱۴۰) اھل الحجاز ۲۰۴-۲۰۷۔

(۱۴۱) اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد علی مغربی، طبع اول ۱۴۱۴ھ مطبوعہ جدہ ج ۴ ص ۲۶-۴۰ پر پروفیسر احمد محمد جمال مکی کے حالات درج ہیں۔

(۱۴۲) شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نجدی (پ ۱۳۴۵ھ) شاہی فرمان کے ذریعے ۱۳۸۵ھ کو مسجد الحرام کے امام و خطیب مقرر ہوئے اور ۱۴۱۱ھ کو مسجد الحرام نیز مسجد نبوی کی انتظامی کمیٹی کے سربراہ بنائے گئے۔ علاوہ ازیں ۱۴۱۳ھ میں آپ کے بیٹے شیخ عمر بن محمد السبیل بھی مسجد الحرام کے امام و خطیب تعینات کئے گئے۔ ان دنوں حرم مکی میں نماز عشاء کی امامت خود شیخ محمد السبیل اور نماز عصر کی امامت شیخ عمر السبیل کے ذمہ ہے۔ (ائمۃ المسجد الحرام ومؤذنوہ فی العھد السعودی، ص ۴۲-۴۴، ۵۱، ۸۷)

(۱۴۳) روزنامہ اردو نیوز جدہ شمارہ ۱۵ اگست ۱۹۹۹ء ص ۲۔

(۱۴۴) حوار مع المالکی، ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، دار الافتاء ریاض نے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۰۳ھ اور پانچواں ۱۴۰۵ھ میں طبع کرایا۔ (دلیل المولفات الاسلامیۃ فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۴۰۰ھ-۱۴۰۹ھ، محمد خیر رمضان یوسف طبع اول ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء دار الفیصل ریاض ص ۱۴۷)

(۱۴۵) اھل الحجاز ص ۲۹۱۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

خواتین میں دین شناسی اور جذبہ حب رسول کی بیداری کیلئے

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے زیر اہتمام اسلام آباد میں

رپورٹ: اقبال احمد اختر القادری

دینی ادب میں نعت کو ایک خاص اور اہم مقام حاصل ہے نعت مسلمانوں کی جانب سے اپنے آقا و مولیٰ رحمت عالم نور مجسم سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک حقیر سا نذرانہ ہے جو غلام اور آقا کو ایک دوسرے سے قریب کرنا ہے، ان خیالات کا اظہار وقار النساء پوسٹ گریجویٹ کالج راولپنڈی کی پروفیسر ڈاکٹر کنیز فاطمہ نے ۱۶ رجون ۲۰۰۱ء کو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد کے زیر اہتمام ہوٹل ہولی ڈے ان اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''قومی محفل نعت برائے خواتین'' سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ نعت خوانی عشق رسول ﷺ کا بہترین ذریعہ ہے خواتین اپنی بچیوں میں بچپن ہی سے نعت خوانی کا ذوق پیدا کریں۔ مسز صاحبزادہ جمیل الرحمٰن جو کہ مہمان خصوصی تھیں نے شاندار محفل نعت کے انعقاد پر مسز ریحانہ زاھد کو مبارکباد دی اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی خدمات کو سراہا انہوں نے کہا کہ محبت رسول ﷺ ایک مومنہ کی میراث ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تمام کتب اسی بات کا درس دیتی ہیں ہمیں اسوۂ حسنہ اور امہات المومنین کے نقش قدم پر زندگی گزارنی چاہیے اگر ہم خواتین اپنے اندرون خانہ ماحول کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال لیں تو بآسانی زمانہ میں اسلامی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ اس موقع پر چیئر پرسن شعبۂ خواتین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اسلام آباد مسز ریحانہ زاھد نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ادارہ گذشتہ اکیس سال سے کراچی اور اسلام آباد میں امام احمد رضا کانفرنسوں کے ذریعہ سے خوشبوئے محبت رسول ﷺ کو عام کرتا چلا آرہا ہے اور ہم نے محافل نعت کا یہ شاندار سلسلہ بھی شروع کیا ہے جو کہ ان شاء اللہ جاری وساری رہے

> نعت حصول عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بہترین ذریعہ ہے ، ڈاکٹر فاطمہ

گا انہوں نے کہا کہ ہمارا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ایک عاشق رسول فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے جن کی زندگی کا مقصد ہی عشق رسول کو عام کرنا تھا ان کا نعتیہ دیوان

امام احمد رضا کا نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' محبت رسول کا خزانہ ہے فاضل بریلوی سچے پکے عاشق رسول تھے، مسز ریحانہ زاھد

''حدائق بخشش'' محبت رسول کا عظیم خزانہ ہے۔ او۔ پی۔ ایف گرلز کالج اسلام آباد کی پرنسپل مسز رابعہ نور جو کہ تقریب کی صدارت فرما رہی تھیں نے کہا کہ حضور ﷺ کے میلاد ولادت پر محفل نعت کا انعقاد

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل عنقریب ''کنزالایمان جہیز ایڈیشن'' شائع کر کے مفت تقسیم کرے گا، مسز رفعت خاور

نہایت مبارک اقدام ہے۔ مسز رفعت خاور سیکریٹری شعبہ خواتین نے سامعین کے سامنے ادارہ کی کارکردگی اور تعارف پیش کیا انہوں نے چیئر میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اسلام آباد جناب کے .ایم .زاھد کی طرف سے اعلان کیا کہ ادارہ عنقریب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان کا نہایت خوبصورت جہیز ایڈیشن شائع کر کے خواتین اور بالخصوص بچیوں کو

جہیز میں دینے کیلئے بڑی تعداد میں مفت تقسیم کرے گا۔ تقریب کے انعقاد میں وقار النساء گورنمنٹ گرلز کالج راولپنڈی کی پروفیسر کنیز فاطمہ اور ان کی طالبات نے بھرپور تعاون کیا جس پر ادارہ ان کا مشکور ہے۔ محفل نعت کے آغاز پر لبنیٰ رشید نے تلاوت قرآن حکیم سے دلوں کو گرمایا جبکہ میمونہ مشتاق، نازیہ حسین، بینا نقوی، حنا نقوی، صغریٰ یوسف، پروفیسر قاریہ پروین بٹ، انیلا، نادیہ صالح اور دیگر نے نعت رسول مقبول پیش کر کے دلوں میں نورانیت پیدا کی۔ اختتام پر امام احمد رضا کا درود و سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پیش کیا گیا۔ پروفیسر ڈاکٹر کنیز فاطمہ نے دعائے خیر کی اور ادارہ کی طرف سے سامعین میں تین رسائل تقسیم کیئے گئے۔

❀ ❀ ❀

توجہ فرمائیے.........!

ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور خاص کر محکمۂ ڈاک کے بڑھتے ہوئے نرخ کی وجہ سے ادارہ کی مجلس عاملہ اور ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی کے ادارتی بورڈ نے نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت کسی بھی امور سے متعلق خط و کتابت کیلئے جوابی لفافہ/ ڈاک ٹکٹ آنا لازمی ہوں گے بصورت دیگر ادارہ جواب دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ جوابی لفافہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور تحریر کر کے بھیجیں۔ شکریہ

(صدر، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان)

(گیارویں قسط)

سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاھت رسول قادری

چنانچہ فقیر نے بحیثیت صدر ادارہ فوراً ایک درخواست سفیر صاحب کے نام لکھ کر دے دی، جس کو انہوں نے اپنے ایک پیش نامہ (Covering Letter) کے ساتھ سکریٹری صاحب کے سکریٹری کو بھجوادی اور فرمایا آپ رابطے میں رہیے گا، جو فیصلہ ہوگا آپ کو آگاہ کردیا جائے گا۔ اتنے میں ظہر کا اور کھانا کھانے کا وقت ہوگیا۔ مفتی صاحب باسرار اپنی رہائش گاہ جو سفارتخانے کی عمارت کے قریب ہی ایک فلیٹ میں تھی، ہم سب کو لے گئے اور ایک نہایت پرخلوص مگر پرتکلف دعوت سے ہمیں نوازا۔ خود اپنے ہاتھ سے کھانے کی پلیٹیں، قاب اور مختلف النوع پاکستانی کھانے کی ڈشیں اٹھا اٹھا کر لائے اور میز پر سجائیں اور بڑے اصرار اور محبت سے ہمیں کھلایا ہم نے سیر ہوکر کھایا۔ کھانے کے بعد کوکولا اور آئس کریم سے ہماری مزید تواضع کی۔ پھر کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے، پھر جب ہم نے اجازت چاہی تو ہمیں چھوڑنے کیلئے اپنے تین منزلہ فلیٹ سے چھوڑنے کیلئے سڑک پر ٹیکسی اسٹینڈ تک ساتھ آئے۔ ان کی خوش خلقی اور خوش ذوقی نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور نظر بد سے بچائے (آمین) یہاں سے رخصت ہوکر ہم چاروں احباب، راقم، حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، قاری فیاض الحسن صاحب اور مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب، زیر زمین ٹرین میٹرو سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ان کے مزار کے ساتھ بڑی عالیشان مسجد ''مسجد زینب'' ہے وہاں ہم نے نماز ظہر پڑھی۔ ہمیں بتایا گیا کہ بینظیر بھٹو صاحبہ، سابق وزیراعظم پاکستان نے مزار شریف اور ملحقہ مسجد کی مرمت، توسیع اور زیبائش وآرائش کے لئے پچاس ہزار امریکی ڈالر حکومت مصر کو دیئے، ہمارے سامنے تعمیر، مرمت اور رنگ وروغن کا کام جاری تھا، اہل مصر کی روایت کے مطابق یہ سیدہ زینت بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہی ہیں جو واقعہ کربلا میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھیں۔ شام میں قید وبند کے دن گزارنے کے بعد ہجرت فرما کر قاھرہ چلی آئیں۔ بعض حضرات انہیں بنت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار دیتے ہیں (واللہ اعلم) بہر حال ان کے آل اطہار رسول ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ زائرین (مرد وعورت) کا پانچوں وقت اژدھام ہوتا ہے۔ دور دور سے مصری زیارت کیلئے آتے ہیں، یہی معاملہ سیدہ سکینہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ ان کو بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیاں بتایا جاتا ہے۔ یہاں سے حاضری اور فاتحہ کے بعد ہم سیدہ سکینہ، سیدہ رقیہ اور پھر سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر حاضر ہوئے۔

سیدنا نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو سوانحی خاکہ مزار شریف پر کندہ ہے اس میں انہیں سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لکڑ پوتی بتایا گیا ہے جن کا نکاح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے ایک پوتے محترم سے ہوا تھا۔ ہمارے قیام قاھرہ کے دوران سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس جسے وہاں کی زبان میں ''مولد'' کہتے ہیں بڑے شان سے منایا گیا عرس کی یہ تقریب ایک ہفتہ تک ہوتی رہی، مزار شریف اور اس سے ملحقہ کی از سر نو تزین و آرائش کی جاتی ہے اور اس کے اطراف کے کئی کئی فرلانگ تک تمام سڑکوں چوراہوں حتیٰ کہ درخت تک برقی قمقموں اور جھالڑوں سے سجے ہوئے ہوتے ہیں، دیواروں اور چوراہوں پر جگہ جگہ عرس کی تقریب کے پوسٹر اور بینرز لگے ہوتے ہیں۔ ان کے مزار کے قریب ہی ایک ٹیلے پر حضرت علامہ شیخ محمد متولی شعراوی علیہ الرحمۃ کی پختہ خانقاہ بھی ہے جبکہ ان کا مزار قاھرہ کے کسی قبرستان میں ہے۔ حضرت شعراوی نے حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے برکت کے حصول کی خاطر ان کے مزار کے قریب اپنی خانقاہ تعمیر کی تھی یہاں وہ اپنے سلسلے کے مریدین کی ذکر و فکر کی محفل منعقد کرتے تھے اس ٹیلے کے نیچے عرس کے زمانے میں ہر سلسلے کے مشائخ کے خیمے لگتے ہیں، جن میں سلسلہ رفاعیہ، شاذلیہ، سنوسیہ، نقشبندیہ وغیرہم کے مشائخ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ قیام کرتے ہیں اور اپنے اپنے طریقوں پر ذکر وفکر، وعظ و نصیحت اور نعت و میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں نہ آپس میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے نہ لعن طعن۔ سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر دعاؤں کی بڑی تاثیر بتائی جاتی ہے اہل قاھرہ میں سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات بہت مستجیب الدعوۃ مشہور ہے۔ ہم نے مزار شریف پر آداب حاضری کا ایک طغرا لٹکا ہوا دیکھا، اس میں آخر میں تحریر تھا کہ اگر کوئی شخص ۱۸ بار مندرجہ ذیل عربی، اشعار پڑھ کر ۱۴ بار ''قل ھو اللہ احد'' شریف اور ایک بار ''الحمد شریف''، اول آخر درود شریف کے ساتھ جو بھی دعا مانگے گا ان شاء اللہ تعالیٰ پوری ہوگی۔ وہ اشعار یہ ہیں:

كم حارتبني شده بجيشها
فضاق صدري من لقاها فانزعج
حتى اذا أيست من زوالها
جائتني الألطاف تسعى بالعرج

لطف کی بات یہ ہے کہ وہاں مجھے ایک گائیڈ نے بتایا کہ پاک و ہند کے دیوبندی وہابی علماء جب قاھرہ آتے ہیں تو دیگر مزارات کی طرح سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر بھی حاضری دیتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔ ان کے شرک و بدعت کے فتاویٰ صرف پاک و ہند ہی کے مسلمانوں کیلئے ہوتے ہیں۔

یہاں سے فراغت کے بعد ہم صحابی رسول ﷺ، حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے، مغرب کا وقت ہوگیا تھا، علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی امامت میں نماز مغرب ادا کی۔ یہاں سے نماز مغرب اور فاتحہ خوانی کے بعد حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ مزار شریف ایک وسیع و عریض قصبے کے اندر ہے ساتھ میں قلعہ نما ایک گھر اور اس کے متصل ایک مسجد ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ آپ کے زمانے میں جو والی مصر تھا وہ بڑا علم دوست خدا ترس تھا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقام علمی کا معترف اور ان کے زہد و تقویٰ اور درویشانہ مزاج کی وجہ سے ان کا بہت گرویدہ تھا۔ اس نے آپ کی خدمت گزاری کی نیت سے اپنے محل کے ایک گوشے میں آپ کو رہائش اور اطراف کے کمروں میں درس و تدریس کے لئے جگہ دے دی۔ بعد میں اپنی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ بعد وصال آپ کو وہیں دفن کیا گیا جہاں آپ کی رہائش تھی۔

مزار مبارک کافی اونچا ہے اور کانسی کی جالیوں سے بند ہے آپ کی پائتی کی طرف ایک پتھر فرش پر نصب ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اس پر سید عالم ﷺ کے قدم شریف کا نشان ہے افسوس ہے کہ اس کو بجائے کسی اونچی جگہ دیوار پر نصب کرنے کی بجائے فرش کے برابر لگایا گیا ہے اور اس طرح وہ انجانے میں زائرین کے قدموں کے نیچے آتا ہے اور وہ نادانستہ بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار قدس پر پہنچتے ہی آپ کی علمی جلالت وجاہت کا دبدبہ زائر کے قلب کی دھڑکنوں میں محسوس ہونے لگتا ہے۔

مزار شریف کے سامنے ہی قبلہ رخ پر ایک قاری صاحب شرعی (ایک مشت) داڑھی کے ساتھ قرآن شریف کی قرأت کر رہے تھے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ یہ صاحب روایت قانون کے ساتھ قرآن کریم کی قرأت کا درس دے رہے تھے اور ان کے ساتھ ۶/۵ آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے جوان کی قرأت کے بعد دھراتے جاتے تھے اور کبھی کبھی ان میں سے کوئی صاحب خود اکیلے سنانے لگتے تھے۔ موجودہ مملکت مصر میں اخوان المسلمین اور تبلیغی جماعت کی بداخلاقی، شدت پسندی، اور تخریب کاری کی حرکتوں کے سبب داڑھی رکھنا تشدد اور دھشت گردی کی علامت سمجھی جانے لگی ہے اور ایسا شخص سرکار کی نظر میں مشکوک کردار کا اور ناپسندیدہ شخصیت سمجھا جاتا ہے۔ لہذا عام طور سے علماء اور ائمہ حتیٰ کے مشائخ عظام بھی سنت طریقے پر داڑھی بڑھانے سے احتراز کرنے لگے ہیں۔ وہاں کے حضرات نے ہمیں یہ بات بتائی۔ لیکن ہم نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مزار پر پھر سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر دیکھا کہ وہاں کے امام وخطیب شرعی داڑھی کے حامل تھے۔ اکثر ائمہ بالکل منڈاتے ہیں اور بعض خصوصاً معمر حضرات، خشخشی داڑھی رکھتے ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے احاطے میں داخل ہوتے وقت ایک گوشہ میں شیخ الاسلام حضرت زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی مزار ہے۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم سیدہ عائشہ بنت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس حاضر ہوئے۔ جامعہ ازھر کے پاکستانی طالب علم مولانا ثناء اللہ صاحب جو علامہ اقبال پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں روزانہ بعد نماز مغرب یہاں نعت کی محفل میں شریک ہوتے ہیں اور نعت شریف سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر حاضری کے وقت فقیر سوچ رہا تھا کہ آل رسول ﷺ کے امام جلیل اور شہید کربلا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور خلیفہ رسول بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کس قدر محبت تھی کہ آپ نے ام المومنین کے نام پر اپنی صاحبزادی کا نام رکھا اور ظاہر ہے یہ برکت کے حصول کیلئے کیا گیا۔ پتہ چلا کہ آل رسول اولاد علی اور اولاد صدیق میں پیار و محبت اور مودت و یگانگت کے رشتے تھے جو خلفائے راشدین کے یک جان دو قالب ہونے کا ثبوت ہیں۔ لہذا آج گمراہ اور بے دین فرقے صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین اور ان کی اولادوں کے آپس کے نزاع، جھگڑوں اور نفرتوں کے جو قصے سنا رہے ہیں ان کی حقیقت من گھڑت فسانوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ حقیقت وہی قرآنی اعلان ہے:

"رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"

﴿باقی آئندہ﴾

(صفحہ نمبر ۷ کا بقیہ)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرضوان کی یوں تو بہت سی صوری و معنوی یادگاریں ہیں۔ لیکن ان سب کے علاوہ ان کی ایک بہت اہم یادگار جمیل، جس نے عالم اسلام پر گہرا اثر مرتب کیا ہے اور ملت اسلامیہ کو ہزارہا علماء، فضلاء، مفتیان کرام، محدثین عظام، مصنفین اعلام، اساتذہ ذوی الاحترام، خطباء عالی مقام عطا کئے ہیں اور جس کی عظمت و جلالت کل بھی مسلم تھی اور آج بھی مسلم ہے۔ یعنی

یاد گار اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے　　　مرکز علم و ہدایت منظر اسلام ہے

دارالعلوم بریلی "منظر اسلام" جو دور احمد رضا میں دارالعلوم اہل سنت کے نام سے مشہور ہوا اور بعد میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کہلایا، یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ کو قائم ہوا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے مخلصین احباب کے مشوروں سے اس کی بنیاد رکھی۔ اس کا صد سالہ جشن تاسیس ۲۴؍صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کو عرس رضا کے موقع پر بریلی شریف میں منایا گیا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس دارالعلوم کی بنیاد اخلاص پر رکھی اور اپنی جیب خاص سے اس پر زر کثیر خرچ کیا۔ جبکہ دارالعلوم دیوبند حکومت برطانیہ کی گرانٹ پر قائم ہوا اور فرنگیوں کی سرپرستی میں پھلا پھولا۔ امام احمد رضا نے انگریز حکومت سے ایک پیسے کی بھی امداد لینا گوارا نہ کی۔ جس عمل کی بنیاد اخلاص فی اللہ پر ہو وہ مفید اور فیض رساں ہوتا ہے اور جس کی بنیاد نفس و زر پرستی پر ہو وہ فرد کیلئے بھی ملت اسلامیہ کیلئے بھی نقصاندہ ہوتا ہے۔ اس قرآنی کسوٹی پر آپ دارالعلوم بریلی اور دارالعلوم دیوبند کی کارکردگی کو پرکھ لیں فیصلہ صاف ظاہر ہے۔ جس مقصد خاص کی خاطر یہ دارالعلوم قائم کیا گیا وہ علوم اسلامیہ نافعہ کا فروغ اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کا ابلاغ تھا اور اس کی اشاعت و استحکام میں بنیادی عنصر عظمت حبیب کبریا اور محبت سید الانبیا ﷺ تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ تو علم نافع کا حصول ہی ممکن ہے اور نہ ہی خالق کائنات سے عبد و معبود کا تعلق استوار ہو سکتا ہے۔

بریلی شریف میں دور اعلیٰ حضرت سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے اس شہر میں تقریباً ۶۰۰؍ سے زیادہ مساجد ہیں ۳۵؍لاکھ کی آبادی کے اس شہر میں تقریباً ۱۵؍لاکھ آبادی مسلمانوں کی ہے بحمد اللہ ۹۸؍فیصد مساجد اہل سنت و جماعت کی ہیں۔ ہر مسجد میں تقریباً ۲-۳؍طلباء بحیثیت امام، نائب امام اور مؤذن قیام پذیر ہوتے ہیں جن سے ان کے طعام و قیام اور ماہانہ وظائف کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور عوام اہل سنت سے ان کا رابطہ اور ان کے اصلاح احوال کا موقع بھی ملتا ہے۔ جو اس سسٹم کے قیام کا ایک روشن پہلو ہے۔ اس طرح سے منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرنے والے بیرونی طلباء کی تعداد ہزار سے زیادہ تجاوز کر جاتی ہے لیکن منظر اسلام ہی کے فارغ شدہ حضرات کی سعی سے دو اور دارالعلوم "مظہر اسلام" اور پھر بعد کے دور میں "نوریہ رضویہ" کی تعمیر سے اب یہ مساجد تینوں دارالعلوم کے طلباء کے قیام کی آماجگاہ بن گئیں۔ پھر بھی ان میں منظر اسلام کے طلباء کی تعداد ان دونوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس وقت تینوں دارالعلوم سے مجموعی طور پر ۲۰۰۰؍ سے زیادہ مقامی اور بیرونی طلباء وابستہ ہیں

موجودہ مہتمم حضرت مولانا سبحان رضا خاں حفظ اللہ تعالیٰ نے جامعہ کے معیار کو بلند کرنے کیلئے استاذ العلماء حضرت مولانا نظام الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی تقرری کی۔ جامعہ کی درسگاہوں میں اضافہ کیا، کچھ نئی تعمیرات اور جامعہ کی تیسری منزل کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ رضا مسجد کی دوسری منزل اور خانہ عالیہ کی تعمیر اور توسیع کا کام کیا۔ جامعہ میں عصری تعلیم اور کمپیوٹر کورس کا بھی انتظام کیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ ہر سال تقریباً ۵۰۰؍ سے زیادہ، علماء قراء اور حفاظ اس جامعہ سے تحصیل علم کر کے نکل رہے ہیں آپ کے ۱۵؍سالہ دور اہتمام میں ۶؍ہزار سے زیادہ علماء و حفاظ یہاں سے فارغ ہو کر دین متین کی تبلیغ، مسلک حقہ کے فروغ اور ملت اسلامیہ کی فلاح و صلاح کا اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے جامعہ منظر اسلام کو ایک غیر رہائشی جامعہ (Open University) کی حیثیت عطا کر دی ہے۔ یہاں مستقل طور پر رہائشی طلباء کے علاوہ ملک اور بیرون ملک کے مختلف مدارس کے طلباء بھی ایک طے شدہ نصاب کے تحت امتحان دیکر سند فراغت حاصل کرتے ہیں۔ ایسے طلباء کی تعداد ہر سال تین سو سے چار سو کے درمیان ہوتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس وقت برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش بلکہ افریقہ و ماریشس وغیرہ تقریباً ۳؍ہزار سے زیادہ اسلامی مدارس و جامعات میں منظر اسلام کے ہی فارغ التحصیل علماء کی جلوہ ریزیاں ہیں اس طرح آج دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کو بجا طور پر "مرکز اہل سنت" ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور تمام مدارس اہل سنت اس کا ایک نیٹ ورک (Net work) ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اہل سنت کے ایک منارۂ نور کی حیثیت سے قائم دائم اور سلامت رکھے اور اس کے زیر سایہ اکناف عالم کے تمام مدارس/ جامعہ اہل سنت کو روز افزوں ترقی پذیر رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

تجھ پہ ہے اک تن بے سایہ کا ایسا سایہ　　　پھیلتا جاتا ہے ہر سمت اجالا تیرا

کتبِ نو
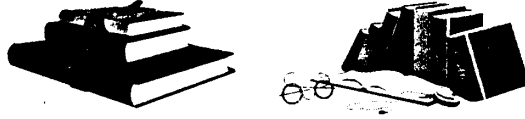
نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں (سید محمد خالد قادری)

''الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد''

تصنیف......امام احمد رضا بریلوی

تلخیص وحواشی......محمد رفیق شیخ حنفی قادری

صفحات......32 ہدیہ......=/12 روپیہ

ناشر......مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

''نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں''

از......مولانا محمد عبدالغفور شرقپوری

صفحات......184 ہدیہ......درج نہیں

ناشر......دارالعلوم فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ روڈ، گوجر پورہ، لاہور

''تحفہ درود وسلام''

مرتبہ......مولانا ابوالکلام احسن القادری

صفحات......64 ہدیہ......درج نہیں

ناشر......نورانی کتاب گھر، 45 بلیلیس روڈ، ہوڑہ، انڈیا

''پیغام''

مصنف......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات......16 ہدیہ......ڈاک ٹکٹ =/6 روپیہ

ناشر......ادارہ مظہر اسلام، نئی آبادی مجاہد آباد مغل پورہ، لاہور

''زیارت گنبد خضراء اور آداب حاضری''

مرتبہ......محمد سعید مجاہد آبادی

صفحات......32 ہدیہ......=/6 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......بزم عاشقان مصطفیٰ 25/32 فلیمنگ روڈ، لاہور

''علامہ اقبال اور غلام احمد قادیانی''

تحریر......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات......16 ہدیہ......=/6 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......ادارہ مظہر اسلام، نئی آبادی مجاہد آباد مغل پورہ، لاہور

''تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام''

تحریر......سید وجاہت رسول قادری

صفحات......48 ہدیہ......=/12 روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، اسلام آباد، 44/4-D اسٹریٹ، 38، سیکٹر F-6/1، اسلام آباد

''نعل پاک''

تصنیف......امام ابوالیمن عبدالصمد بن عساکر

ترجمہ......مفتی محمد خان قادری

صفحات......24 ہدیہ......=/10 روپیہ

ناشر......صفہ اکیڈمی، مدینہ مارکیٹ، دبئی چوک، صدر، لاہور

''دارالعلوم منظر اسلام'' بریلی شریف

تحریر......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سید وجاہت رسول قادری

صفحات......48 ہدیہ......=/12 روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل 25 جاپان مینشن ریگل صدر کراچی

''تذکرہ مولانا سید وزارت رسول قادری''

مرتبہ......سید وجاہت رسول قادری

صفحات......96 ہدیہ......=/20 روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل 25 جاپان مینشن ریگل صدر کراچی